

اَنَا الْخَافُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَا يَسْرِعُ عَذَابِي



فتح بابِ نبوت پر ہر حد و رد
متم دور رسالت پر اکھول سلام

فدایانِ شمعِ نبوت کا ترجمان

الْحَقُّ قَبْلَ الْمَلِكِ

الہول

سراج الثانی // ۱۴۳۳ھ
سراج 2012ء

شاہدیت حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی

ڈیڑھ سو روپے

اَنَا الْعَاقِبُ وَالْحَقُّ الَّذِي لَيْسَ رَجْعُهُ نَبِيٌّ

فدا یان ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

جلد 5

شماره 5

قلم العرق

لاہور

شیخ الحدیث و التفسیر تاذ الاساتذہ

حضرت مولانا حافظ
علامہ خاتم حسین رضوی

مجلد نمبر

شیخ محمد اظہار رضوی

حافظ محمد سعید محمد اظہار رضوی

محمد سجاد الرحمن

30

425 روپے

mahnamaalagib@yahoo.com
mahnamaalagib@gmail.com
alagibcomposer@yahoo.com

محمد
وحید
نور
مدیر

ربیع الثانی 1433
2012

خط و کتابت
مجمع مسجد رحمتہ للعالمین

0321-4370406
0345-4250505

مدینہ کالونی نزد گرینڈ بیوری سٹاپ متصل شیل پیروں پمپ چوک ٹیم خانہ ملتان روڈ لاہور



محبوب سجانی صاحبہ کے گلہ بدار کارومال



سیدہ الشہداء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چادر مبارک



شہزادہ نعمت الدینی
سیدہ ام ولد رضی اللہ عنہا کا گلہ بدار



سیدہ الشہداء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلہ بدار



احکامِ اسلامی

محمد مصطفیٰ

اگر ذلت کا جینا ہو تو موت اچھی ہے جینے سے

افغان دارالحکومت کابل کے شمالی صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں قائم سب سے بڑے امریکی فوجی اڈے ”بگرام ایئر بیس“ کے داخلی راستہ پر امریکی فوجیوں نے ایک گاڑی کو آگ لگا دی جس میں قرآن حکیم کے درجنوں نسخے اور دیگر اسلامی کتب موجود تھیں۔

اخباری اطلاعات کے مطابق جیل افسران کو شبہ تھا کہ قیدیوں کی جانب سے قرآن حکیم کے ان نسخوں کو آپس میں پیغام رسانی اور پلاننگ کو پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ان سے قرآن پاک کے یہ نسخے واپس لے لیے گئے تھے۔ انہی نسخوں کو گاڑی میں رکھ کر آگ لگا کر شہید کر دیا گیا۔ پورے قرآن کریم کے مکمل و نامکمل حالت میں جلے ہوئے ان نسخہ جات کو کچرے کے ڈھیر میں دیکھ کر بگرام ایئر بیس کے کچھ افغان ملازمین نے اس سفاکیت کی اطلاع مقامی عمائدین اور امریکیوں کو دی۔ جس پر امریکیوں کی جانب سے ان جلے ہوئے کاغذات و نسخہ جات کو تحویل میں لے لیا گیا لیکن اس واقعہ کے اطلاع پہلے ضلع بھر میں پھر کابل اور بعد میں پورے افغانستان میں پھیل گئی۔

اس دلخراش سانحہ کی اطلاع ملتے ہی بگرام، کابل، قندھار، قندوز، مزار شریف، ہرات اور ننگرہار سمیت پورے افغانستان میں زبردست احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ ”مرگ برامیکہ“ کے نعروں کی گونج میں سکول، کالج اور مدارس کے ہزاروں طلباء و طالبات سڑکوں پر نکل آئے اور ابرہہ ثانی ”بارک اوباما“ کے پتلے نذر آتش کیے۔ ہر طرف سے مظاہرین کا صرف ایک ہی مطالبہ تھا کہ توہین قرآن کے مرتکب امریکیوں کو سزا دی جائے۔

جوں جوں دن گزرتے جا رہے ہیں امریکہ اور افغانستان میں اس کی کٹھ پتلی ”کرزئی حکومت“ کے خلاف احتجاج بڑھتا جا رہا ہے اور اب غوریز احتجاج شروع ہو چکا ہے۔ کابل میں مظاہرین نے صدارتی محل کی طرف مارچ کیا تو ہرات

فہرست ادارت

- | | | |
|---|---|---|
| 15
نوٹ ال اعظم محبوب سبحانی
سیدنا عبدالقادر جیلانی
پروفیسر محمد اکرم رضا | 14
سلام اے خواجہ بطی
کہ فخر انبیاء باشی
جنس (ر) بنگلان داس | 9
حلاوت ایمان
علامہ عبدالصغیٰ عظمیٰ |
| 48
قادری ترانہ
محمد حفیظ نیازی | 31
محاسبہ قادیانیت
مفتی ذاکر محمد اشرف آصف جلالی | 30
قطعہ تاریخ وصال
محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی
سید عارف محمود چوہدر رشوی |
| 70
اعراس مبارکہ
ماہ ربیع الثانی
محمد اقبال قادری | 56
فتح مبارک کانفرنس
محمد وحید نور | 49
حافظ ناموس رسالت
غازی عبدالقیوم شہید
فیض الرحمن |
| 77
برز اطفال
مفتی محمد طویل ناس برکاتی | 72
تبصرہ مکتب
محمد وحید نور | |

ادارے کا مضمون نکار
کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

میں امریکی قونصل خانے اور قندوز میں امریکی اڈے پر مظاہرین نے دھاوا بول دیا۔ مظاہرین کے جذبات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نوجوان غلیوں کی مدد سے امریکی فوجیوں کو نشانہ بناتے رہے۔

حرم قرآن کے لیے ہونے والے ان مظاہروں میں ایک طرف بوڑھے بھی نوجوان کے ساتھ شامل ہیں تو دوسری طرف سرکاری اہلکاروں کا غم و غصہ بھی عام شہریوں سے کم نہیں۔ افغان خبر رساں ایجنسیوں کے مطابق سیکورٹی اہلکاروں کی ہمدردیاں بھی مظاہرین کے ساتھ ہیں۔

سیکورٹی اہلکاروں کے جذبات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 25 فروری کو افغان انٹیلی جنس پولیس کے ایک افسر عبدالصبور نے امریکی فوج کے ایک کرٹل اور ایک میجر کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ سینئر امریکی افسران کی اس ہلاکت نے امریکیوں کو سخت خوف میں مبتلا کر دیا ہے اور انہوں نے فوری طور پر بین الاقوامی سیکورٹی اہلکاروں کو کابل اور اس کے قریب وزارتوں سے نکال لیا ہے۔

آئے روز احتجاج میں شدت دیکھتے ہوئے اب برطانیہ، فرانس اور جرمنی نے بھی افغانستان کی مختلف وزارتوں میں متعین اپنے عملے کو فوراً واپس بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ احتجاج کا یہ سلسلہ اب گوانتا نامو بے بھی پہنچ گیا ہے جہاں قیدی بھوک ہڑتال کر کے اس پر احتجاج کر رہے ہیں۔

ایک طرف افغان پارلیمنٹ کے سیکرٹری نے تصدیق کی ہے کہ کئی اراکین پارلیمنٹ نے امریکہ کے خلاف جہاد کا حکم دینے کے مطالبے پر مشتمل قراردادیں کرادی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم کی بے حرمتی ان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دوسری طرف افغانستان پر امریکی جارحیت و قبضے کے دس سال بعد ایک بار پھر افغانستان ”مجاہدین زندہ باد“ کے نعروں سے گونج اٹھا ہے جسے دیکھ کر حکام و رطہ حیرت میں ڈوب گئے ہیں۔ مظاہرین کا کہنا ہے کہ اگر امریکہ و اتحادی افواج نے ذمہ دار افراد کو سزا دی اور انہوں نے افغان سرزمین سے انخلا نہ کیا تو وہ بھی مجاہدین کے ساتھ شامل ہو جائیں گے کیونکہ توہین قرآن کر کے امریکہ نے ہماری روحوں کو زخمی کر دیا ہے۔

غلای میں نہ کام آتی ہیں ششیریں نہ تدبیریں

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

توہین قرآن پر افغان مسلمانوں کے بھرپور رد عمل کے بعد افغانستان میں نیو افواج کے سربراہ جنرل ایلن امریکی وزیر دفاع لیون پنٹیا، وائٹ ہاؤس کے ترجمان جے کارنی اور خود امریکی صدر بارک اوباما نے معافی مانگی ہے جسے افغان مسلمانوں نے مسترد کرتے ہوئے ایک بار پھر وہی مطالبہ دہرایا ہے کہ واقعہ کے ذمہ داروں کو سخت سزا دی جائے۔

امریکیوں کی نفسیات اور تاریخ سے جو لوگ واقفیت رکھتے ہیں انہیں بخوبی معلوم ہوگا کہ اعلیٰ امریکی حکام یہ معافیاں قرآن کریم کی توہین پر نہیں بلکہ اپنے فوجیوں کی جانیں بچانے کے لیے مانگ رہے ہیں۔ اگر حقیقتاً اعلیٰ امریکی حکام کو اس واقعہ پر کوئی دکھ ہوتا یا توہین قرآن کو وہ برا جانتے تو 20 مارچ 2011ء کو ملعون امریکی پادری امریکہ میں رہتے ہوئے برسر عام قرآن کریم پر شراب اندیل کر اسے شہید نہیں کر سکتا تھا، کئی منٹ وہ قرآن کریم آگ میں جلتا رہا، اس پر خنزیر کا گوشت رکھا گیا لیکن امریکی انتظامیہ حرکت میں نہیں آئی۔ جب خود امریکہ میں سرکاری سرپرستی میں توہین قرآن ہوئی تو اعلیٰ امریکی حکام شس سے مس نہیں ہوئے۔ اب افغانستان میں توہین قرآن پر معافی مانگنے کے لیے امریکی فوج کے سروں پر موت کے منڈلاتے بادلوں کے سوا انہیں کس نے مجبور کیا ہے؟

2001ء سے شروع کی گئی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ اصل میں مسلمانوں کے خلاف ”صلیبی جنگ“ بن گئی ہے۔ افغانستان، عراق اور فلسطین میں لاکھوں مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپایا گیا اور ان گنت کو گھر سے بے گھر کر دیا گیا ہے۔ اس دوران ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت ہر تھوڑے عرصہ بعد نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی توہین کر کے مسلمانوں کے سینے چھلکی کیے جاتے ہیں۔

2004ء میں ابوغریب جیل میں قیدیوں کے ساتھ امریکی فوجیوں کا ناروا سلوک منظر عام پر آیا۔ ابوغریب جیل عراق اور گوانتا نامو بے میں امریکی درندوں نے شرمناک انداز میں قرآن کریم کی توہین کی ہے۔ نقل کفر، کفر نباشد، کہیں قرآن کریم کو فٹ بال کی جگہ استعمال کیا گیا، کہیں فلیش میں بہایا گیا، کہیں بیت الخلاء میں قرآنی اوراق کو ٹشو پیپر کی جگہ استعمال کیا گیا، کہیں قرآن کریم کے نسخوں کو بھاری ٹرکوں کے ٹائروں تلے روندنا گیا، کہیں قرآنی اوراق کو قیدیوں کی شرمگاہ میں ڈالا گیا اور کہیں زمین پر پھینک کر اوپر چھلائیں لگائی گئیں۔

دنیا کی مہذب ترین کبھی جانے والی امریکی قوم اس وقت اخلاقی گراوٹ کی حدود کو چھو رہی ہے۔ اسی افغانستان میں دو ماہ قبل ایک واقعہ پیش آیا جس میں چار امریکی فوجی چند لاشوں پر کھڑے ہو کر پیشاب کر کے اپنا بغض نکال رہے تھے۔ 2011ء میں ایک ویڈیو جاری ہوئی تھی جس میں افغانستان میں متعین امریکی فوجیوں نے ایک دنبہ کو لوہے کے راڈ سے تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے 30 سیکنڈ کے اندر موت کے گھاٹ اتار اور پس منظر میں دیگر امریکی فوجی زوردار تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ شعائر اسلامیہ اور مسلمانوں کی عزت سے کھیلنے کا عالم کفر کو چکا بہت پرانا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے دوستی یاری لگانے سے منع فرمایا ہے۔ رُوئے زمین کے مسلمانوں کو اب یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ ان کی

عظمت رفتہ صرف اسی صورت میں بحال ہو سکتی ہے جب عالم کفر یا اس کے یاروں سے یاری نہ لگائی جائے۔

عالم کفر کی جانب سے آئے روز نئے نئے تماشے اسی صورت میں ختم ہو سکتے ہیں جب ہم ”مذمت“ ”مذمت“ کی گردان چھوڑ کر ”مرمت“ کی طرف توجہ دیں۔ امریکہ و یورپ کی تاریخ بتلاتی ہے کہ شعائر اسلامیہ کے تحفظ کے لیے ان کا تیر بجھف علاج مذمت نہیں صرف ”مرمت“ ہے۔ افغان مجاہدین کی جانب سے اسی مرمت ہی کا تو کمال ہے کہ امریکی فوجی اب ڈر کے مارے ہتھیار استعمال کرنا شروع ہو گئے ہیں اور بیت الخلاء جاتے وقت اپنی جان بچانے کے لیے وہ بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔

قرآن کریم مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے اور اسی کتاب کی صورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت تک کے لوگوں کے لیے ہدایت بھیج دی ہے لہذا کوئی بھی مسلمان خواہ مشرق کا ہو یا مغرب کا، شمال کا ہو یا جنوب کا قرآن کریم کے ساتھ گہری محبت و عقیدت رکھتا اور حرمت قرآن کے تحفظ کو اپنے دین و ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ جب افغانستان میں قرآن کریم کی توہین ہوئی تو وہاں تقریباً تمام بڑے چھوٹے شہروں، قصبوں میں زبردست احتجاج دیکھنے میں آیا لیکن باقی 156 اسلامی ممالک میں سے کسی میں بھی کوئی موثر احتجاج نہیں ہوا۔ کیا افغانیوں کا قرآن مختلف ہے اور پاکستانیوں یا سعودیوں یا دیگر اسلامی ممالک کا مختلف؟ جب ایک ہے اور یقیناً ایک ہے تو پھر اس ایک قرآن کی عزت ناموس حرمت کے لیے سب اہل ایمان کو بھی ایک سیسہ پلائی دیوار بن جانا چاہیے اور پھر ”مرمت“ کا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔

مسلم ممالک کے امریکہ غلام حکمرانوں سے تو ویسے بھی کوئی خیر کی توقع نہیں لیکن غیور مسلمانوں کو یہ احتجاج اس انداز سے کرنا چاہیے کہ عالم کفر اور اس کے زرخیز غلام میڈیا کی بھی آنکھیں کھل جائیں۔ غیر ملکی نشریاتی اداروں نے تو پھر بھی اس واقعہ کو مناسب کوریج دی لیکن پاکستانی میڈیا نے تو پڑوسی ملک میں ہونے والی اتنی بڑی تحریک کا بالکل ہی بلیک آؤٹ کر کے عوام کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب

کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

محکوم کے حق میں ہے یہی تربیت اچھی

موسیقی و صورت گری و علم نباتات



حلاوت ایمان

علامہ
المصطفیٰ
عبد
اعظمی

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلث من کن فیہ وجد حلاوة الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما وان یحب المرء لا یحبہ الا اللہ وان یکوہ

ان یعود فی الکفر کما یکوہ ان یقذف فی النار (بخاری ج: 1، کتاب الایمان ص: 7)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں جس شخص میں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس پائے گا۔ ① جس کو اللہ عز و جل و رسول ﷺ سارے جہان سے زیادہ محبوب ہوں ② جو کسی آدمی سے خاص اللہ عز و جل ہی کے لیے محبت رکھتا ہو ③ جو اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کفر میں جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا کہ آگ میں جھونک دیئے جانے کو برا جانتا ہے۔

● شرح حدیث:

اس حدیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس طرح ”شکر“ الگ ہے اور ”شکر کی مٹھاس“ الگ اسی طرح ایمان الگ اور ایمان کی لذت الگ چیز ہے۔ جس شخص کے منہ کا ذائقہ بالکل درست ہو اگر وہ شکر کھائے گا تو اس کو شکر کی مٹھاس کا لطف و مزہ بھی محسوس ہوگا۔ لیکن اگر کوئی صفاوی بخار کا مریض جس کے منہ کا ذائقہ بگڑ کر تلخ ہو چکا ہو۔ اگر وہ شکر کھائے گا تو اس کو شکر کی مٹھاس محسوس نہیں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ پہلا شخص تو شکر کھانے والا بھی کہلائے گا اور شکر کی لذت پانے والا بھی ہوگا اور دوسرا شخص اگرچہ شکر کھانے والا تو کہلائے گا مگر شکر کی مٹھاس کی لذت سے محروم ہوگا۔

یہی مثال ایمان کی ہے جو شخص کلمہ پڑھ کر مومن ہو گیا اور ایمان کے بعد اس میں تین خصلتیں پیدا ہو گئیں تو وہ شخص ایمان کی مٹھاس یعنی ایمان کی لذت کا لطف و مزہ بھی پالے گا اور جس شخص میں یہ تینوں

خصالتیں پیدا نہیں ہوں گی تو وہ شخص اگرچہ صاحب ایمان تو ہوگا مگر ایمان کی مٹھاس یعنی ایمان کی لذت خاص کے لطف و مزہ سے محروم رہے گا۔

وہ تین چیزیں جن پر ایمان کی مٹھاس اور لذت کا پایا جانا موقوف ہے وہ کون کون سی ہیں؟ اب ان کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے اور انتہائی جذبہ اخلاص کے ساتھ پوری پوری کوشش کیجئے کہ آپ میں یہ تینوں خصالتیں پیدا ہو جائیں تاکہ آپ ایمان کی مٹھاس یعنی ایمان کی لذت خاص سے لطف اندوز ہو سکیں۔

● اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی محبت:

اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی محبت کا سارے عالم سے بڑھ کر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مومن کے دل کی گہرائیوں میں اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی محبت اس طرح گھر کر جائے اور اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جائے کہ اپنے آباؤ اجداد ازواج و اولاد مکان و مکان، مال و سامان، جسم و جان، یہاں تک کہ سارے جہان کو اللہ عزوجل و رسول ﷺ کی راہ میں قربان کر دینے کا سچا جذبہ پیدا ہو جائے۔

علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ و رسول کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمان برداری میں ایسی استقامت اور اوامر و نواہی کی تعمیل میں ایسا التزام ہو کہ کسی حال میں بھی جذبہ استقامت اور جوش التزام متزلزل نہ ہو۔

● حب فی اللہ:

صوفیاء کرام نے فرمایا ہے کہ ”حب فی اللہ“ اور ”بغض اللہ“ یعنی اللہ عزوجل ہی کے لیے دوستی اور اللہ عزوجل ہی کے لیے دشمنی یہ تصوف کی جان ہے۔ ایک مومن کے ایمان کامل کی یہ ایک بہت بڑی نشانی ہے کہ وہ اگر کسی سے دوستی کرتا ہے تو اپنی کسی غرض نفسانی کے لیے نہیں بلکہ خالص رضائے الہی کے لیے دوستی کرتا ہے اور اگر وہ کسی سے دشمنی رکھتا ہے تو محض اللہ عزوجل کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے دشمنی رکھتا ہے۔

مثلاً ہم لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے جو محبت رکھتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ یہ لوگ ہمارے رشتہ دار ہیں یا یہ لوگ ہماری مالی مدد کر چکے ہیں بلکہ صرف اس لیے ہم ان حضرات سے محبت کرتے

ہیں کہ یہ لوگ اللہ عزوجل کے محبوب بندے ہیں۔

اگر ہم ابو جہل، ابولہب اور دوسرے کافروں یا منافقوں یا بد مذہبوں سے دشمنی رکھتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ ان لوگوں نے ہم لوگوں کو مارا پیٹا ہے یا ہم لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا ہے بلکہ ہم ان ظالموں سے صرف اس لیے دشمنی رکھتے ہیں کہ یہ اللہ عزوجل کے دشمن ہیں۔

اللہ عزوجل ہی کے لیے دوستی اور اللہ عزوجل ہی کے لیے دشمنی، اسی کا دوسرا نام ”اخلاص“ ہے۔ مومن کے لیے ہر عمل میں اخلاص و للہیت کا جذبہ رکھنا یہ ایمان کی لذت پالینے کی دوسری شرط ہے۔ یاد رکھئے کہ مومن کے جذبہ اخلاص کی وہ طاقت ہے کہ اس کی روحانی توانائیوں کے مقابلہ میں ہزاروں شیطانوں کی طاغوتی طاقتیں لرزہ بر اندام رہتی ہیں۔ شیطان خود ہی خدا کے دربار سے یہ کہہ کر نکلا ہے کہ ہالا عبادک منهم المخلصین ﴿حجر: 40﴾ یعنی اے اللہ! (عزوجل) میں قیامت تک اولاد آدم کو گمراہ کرتا رہوں گا مگر تیرے اخلاص والے بندوں پر میرا جادو نہیں چل سکے گا۔

● حکایت:

اللہ اکبر! اخلاص کی طاقت کا کیا کہنا؟ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ایک عابد کو پتہ چلا کہ فلاں جنگل میں ایک درخت کو لوگ پوجتے ہیں۔ عابد کو لوگوں کے اس شرک پر بڑا جلال اور بے حد غصہ آ گیا۔

جوش جہاد سے سرشار ہو کر عابد نے ایک کلہاڑی لی اور عزم کر کے چل پڑا کہ میں اس درخت کو جڑ سے کاٹ کر اس شرک کی جڑ ہی کاٹ دوں گا۔ مگر ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ شیطان ایک پہلوان کی شکل میں سامنے آ گیا اور کہنے لگا کہ کہاں چلے؟ عابد نے کہا کہ میں جنگل میں فلاں درخت کو کاٹنے کے لیے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا کہ میں اس درخت کا نگہبان ہوں۔ بھلا تمہاری مجال ہے کہ تم اس درخت کو کاٹ سکو گے؟ عابد جوش جہاد میں شیطان سے لڑ پڑا اور شیطان کو زمین پر پچھاڑ کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ شیطان بالکل ہی عاجز و لاچار ہو گیا۔

جب شیطان ہار گیا تو عابد سے کہنے لگا بھائی! میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، تم اس درخت کو مت

کاٹو۔ اس درخت کے کاٹنے سے تم کو کیا فائدہ ہوگا؟ خواہ خواہ تھک جاؤ گے اور رات کو نماز تہجد بھی نہ پڑھ سکو گے۔ تم اس درخت کو کاٹنے کے خیال سے باز آؤ۔ میں اس کے بدلے میں روزانہ تمہیں ایک اشرفی دیا کروں گا۔ خود بھی آرام سے کھانا پینا اور اس میں سے فقراء و مساکین کو صدقہ بھی دیتے رہنا اور انتہائی اطمینان قلب کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہنا۔

عابد پر شیطان کا جادو چل گیا اور روزانہ ایک اشرفی کا نام سن کر اس پر لالچ کا بھوت سوار ہو گیا۔ عابد نے وعدہ کر لیا کہ جاؤ میں اب اس درخت کو نہیں کاٹوں گا۔ چنانچہ چند دنوں تک تو شیطان عابد کے پاس روزانہ ایک اشرفی پہنچاتا رہا لیکن پھر ایک دم ایسا کرنا بند کر دیا۔

جب کئی دنوں تک اشرفی نہیں آئی تو عابد کو بڑا غصہ آیا کہ کم بخت شیطان نے مجھے دھوکہ دیا۔ پھر کھاڑی اٹھائی کہ چل کر درخت کو کاٹ ڈالوں۔ چنانچہ گھر سے نکلا ہی تھا کہ شیطان بصورت پہلوان سامنے آ گیا۔ راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور عابد سے کہنے لگا کہ خبردار! تم اس درخت کو ہرگز نہیں کاٹ سکتے۔ عابد نے تڑپ کر کہا کہ میں ضرور کاٹوں گا۔ یہاں تک کہ دونوں گھٹم گھٹا ہو گئے۔ مگر اب کی مرتبہ شیطان نے اس زور سے عابد کو زمین پر دے مارا کہ عابد کا سارا انجھڑھیلا ہو گیا اور شیطان عابد کے سینے پر سوار ہو گیا۔

عابد لاچار ہر کر کہنے لگا یا را! میں سمجھ نہیں سکا کہ پہلے دن تو میں نے بہت ہی معمولی زور لگا کر تم کو پچھاڑ دیا تھا مگر آج میں اپنی پوری طاقت لگانے کے باوجود تمہاری پیٹھ نہیں لگا سکا بلکہ خود ہی چیت ہو گیا۔ آخر معاملہ کیا ہے؟

اس وقت شیطان نے کہا پہلی مرتبہ جو تم درخت کاٹنے چلے تھے تو صرف خدا کی رضا جوئی اور اخلاص کی نیت لے کر چلے تھے۔ جب تک تمہارے اندر اخلاص کی طاقت کارفرما تھی، میں تم سے عاجز تھا۔ اب جب کہ اخلاص کی طاقت سے تم محروم ہو گئے تو قیامت تک تم مجھ پر کبھی غلبہ نہیں پاسکو گے۔

● کفر اور آگ میں جانے کے برابر:

تیسری چیز جس پر ایمان کی لذت و حلاوت کا پایا جانا موقوف ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کفر سے اتنا ہی بیزار

اور متنفر ہو جتنا کہ آگ کے شعلوں میں ڈالے جانے سے بیزار و متنفر رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی انسان کبھی کسی حالت میں بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی اس کو جلتی ہوئی آگ کے شعلوں میں جھونک دے اسی طرح کسی حالت میں بھی ایک سچا مومن کفر کرنے کو ہرگز گوارا کر ہی نہیں سکتا۔ کفر کرنا اور آگ میں داخل ہونا دونوں اس کے نزدیک برابر ہوں گے۔ جب کسی مومن کو کفر سے اتنی نفرت اور بیزاری پیدا ہو جائے تو اسے حلاوت ایمان کا مزہ نصیب ہو جائے گا۔

فوائد و مسائل:

اگر کسی مسلمان کو کافروں نے کفر کرنے پر اس طرح مجبور کر دیا کہ اس کو اپنی جان کا خطرہ یقینی طور پر نظر آنے لگا تو اگرچہ قرآن کے حکم ﴿الَا مِنْ اَكْرَهٍ وَقَلْبِهِ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ﴾ (نحل: 106) سے اس مسلمان کے لیے یہ رخصت ہے کہ وہ کفر کی بات زبان سے کہہ دے بشرطیکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ لیکن اگر وہ مسلمان اس حالت میں بھی کفر کی بات زبان پر نہ لائے اور جان دے دے تو بلاشبہ وہ بہت ہی افضل و اعلیٰ درجے کی شہادت سے سرفراز ہوگا۔

چنانچہ صحابہ کرام اور بہت سے شہدائے اسلام کا یہی اسوۂ حسنہ ہے کہ ان خاصانِ خدا کو جب کافروں نے کفر کرنے پر مجبور کر دیا اور ان کی گردنوں پر تلواریں رکھ دیں تو ان حضرات نے اپنی جانیں قربان کر دیں مگر کفر کی بات اپنی زبانوں پر نہیں لائے بلکہ دین اسلام پر استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے اپنے خون کا آخری قطرہ اور اپنی زندگی کی آخری سانس خدا کی راہ میں قربان کر کے شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہو گئے۔

۔ بنا کردند خوش رے خاک و خوں غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را



جن حضرات کو رسالہ کی ممبر شپ کے حوالے سے کوئی معلومات درکار ہوں یا جنہیں رسالہ نہ

پہنچ رہا ہو وہ اس نمبر پر رابطہ فرمائیں۔ ﴿ساجد الرحمن: 0314*0345-4250505﴾

سلام اے خواجہ بطحا کہ فخر انبیاء باشی

جس (ر)
بھگوان داس

کلام اللہ مداح است و محبوب خدا باشی

محمد مصطفیٰ ☆ و منزل صل علی باشی

امام الرحلین ، خاتم النبیین و جلوۂ یزداں

فروغ دو جہاں شمس الضحیٰ بدر الدجی باشی

عجم نازاں بہ ذات تو ، عرب نازاں بہ شان تو

امین راز توحید و حبیب کبریا باشی

ٹوٹی ممدوح قرآنی ٹوٹی مداح یزدانی

نقیب وحدت یزداں رسول دوسرا باشی

ٹوٹی در اول و آخر ٹوٹی در ظاہر و باطن

ٹوٹی مولا ٹوٹی والی امیر اتقیا باشی

کلیم و عیسیٰ و یحییٰ و آدم و موسیٰ ☆

سلام اے خواجہ بطحا کہ فخر انبیاء باشی

سلام اے حامد انسان ، سلام اے خواجہ بھگوان

خدائے پاک نام تو محمد مصطفیٰ ☆ باشی

☆ ☆

☆ ☆

غوث الاعظم

پروفیسر
محمد اکرم رضا

محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی

عین اس وقت جب گمراہی و ضلالت اور فسق و فجور کی تاریکیاں کائنات انسانی کا مقدر بننے لگی ہیں
قدرت کی فیاضی کمی ایسے دانائے روزگار کو رُشد و ہدایت کا فریضہ سونپتی ہے جو اپنے سیرت و کردار کی شمع
لازوال کی روشنی سے ظلمت زدہ ماحول کو منور کر دیتا ہے۔

اس یگانہ عالم شخصیت کی زندگی عظمت قرآن کا پر تو اور اس کی سیرت کا ہر نقش تعلیمات مصطفوی ﷺ
کی ضولئے ہوتا ہے۔ غوث الاعظم ، حضرت الشیخ سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ بھی ایسے ہی صاحب اسرار حق
تھے، جنہوں نے اپنے کردار کی ضواریوں اور اپنے مواعظ حسنہ کی نور افشانیوں کی بدولت عرصہ کائنات کو
شریعت و روحانیت کے غیر فانی نقوش بخش دیئے۔ آپ نے عباسی ملوکیت کے سائے میں کلمائے ہوئے
مخل اسلام کو پھر سے تروتازہ کر دیا۔ آپ کی باطل شکن لکار نے وقت کی سب سے بڑی استبدادی قوت کو
یوں لرزہ بر اندام کر دیا کہ شاہان کجکلاہ اپنی خلافت کو عامۃ المسلمین کی بخشی ہوئی امانت سمجھنے لگے۔

آپ ایسے پیران پیر تھے کہ تمام روحانی سلاسل آپ کی عظمت و برزگی کے قائل ہیں۔ آپ وہ
راہنمائے کامل و شگیر تھے کہ جس نے ملت اسلامیہ کے نفس مردہ کی میحانی کا فریضہ انجام دیا۔ آپ غوث
الاعظم تھے کہ بے شمار بندگان حق آپ کے فیوض و برکات کی بدولت جادۂ ہدایت پر گامزن ہو گئے۔ آپ
محبوب سبحانی تھے کہ آپ کے محاسن و مناقب بیان کرنے لگیں تو قلم دریائے حیرت میں ڈوب جائے۔ آپ قطب
ربانی تھے کہ جب آپ نے خود کو مامور من اللہ سمجھتے ہوئے اصلاح امت مسلمہ کا فریضہ انجام دینا شروع کیا تو
عامۃ المسلمین تو ایک طرف باجبروت خلفاء بھی آپ کی باز پرس کے احساس سے لرز اٹھتے تھے۔

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

آپ کا اسم گرامی ”عبد القادر“ اور کنیت ”ابو محمد“ ہے۔ آپ کے القاب وادصاف بے شمار ہیں۔ دنیا آپ کو شیخ المشائخ، غوث الاعظم، امام الاولیاء، محی الملت والدین کے القاب سے یاد کرتی ہے۔ آپ 470ھ یا 471ھ میں بلاد عجم کے ایک چھوٹے گاؤں نیف میں پیدا ہوئے جو گیلان کے متعلقات سے ہے۔ اہل عرب گاف کو جیم سے بدل لیتے ہیں، اس لئے گیلان کو جیلان بولتے ہیں اسی بناء پر آپ جیلانی مشہور ہوئے۔

آپ کے والد ماجد حضرت سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ انتہائی متقی و پرہیزگار اور صاحب ایمان شخصیت تھے جبکہ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا نہایت صالحہ اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ والد محترم کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب سیدنا امام حسن رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔ اس طور پر آپ صحیح النسب حسنی حسینی سید ہیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت ام الخیر فاطمہ کی عمر ساٹھ برس تھی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آپ نے ابھی زندگی کی چند منزلیں ہی طے کی ہوں گی کہ آپ کے والد محترم حضرت سید ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور اس صالح یتیم فرزند کی تعلیم و تربیت کا تمام بوجھ آپ کی والدہ کے کندھوں پر آ پڑا۔

آپ کے نانا حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ پر غایت درجہ شفقت فرماتے ہوئے آپ کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں آپ کی والدہ کی راہنمائی فرماتے تھے۔ جب آپ کی عمر دس سال کی ہوئی تو آپ اپنے شہر کے مکتب کے اندر پڑھنے جایا کرتے تھے۔ ”بہتہ الاسرار“ کے مطابق جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب میں دس سال کا تھا تو اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتا تھا۔ راستہ میں ملائکہ میرے پیچھے پیچھے چلتے دکھائی دیتے تھے جب میں مدرسے پہنچتا تو ان کو بار بار یہ کہتے سنتا کہ ”اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دے“۔

جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی، تو ایک دفعہ عرفہ کے دن اپنے گاؤں سے باہر نکلے۔ اتفاقاً راستہ میں کسی زمیندار کا بیل چلا جا رہا تھا۔ اچانک بیل نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا ”ہما لہذا خلقت ولا بہذا امرت“ (اے عبد القادر! تو اس واسطے پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے) یہ

سن کر آپ کے سینے پر محبت الہی اور ذوق و شوق کا بحر بیکراں ٹھانٹیں مارنے لگا اور گھر آ کر اپنی والدہ محترمہ کو تمام ماجرا سنا کر تحصیل علوم شریعت و طریقت کی خاطر بغداد جانے کا عزم ظاہر کیا۔

والدہ محترمہ نے اجازت عطا فرما کر چالیس دینار آپ کی گدڑی میں سی دیئے اور دعا فرماتے ہوئے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین فرمائی۔ والدہ کی یہ تلقین اس وقت بھی آپ کے پیش نظر تھی جب ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے راستہ میں حملہ کر کے تمام مسافروں کا مال و اسباب چھیننا شروع کر دیا۔ بالآخر آپ کی یہی صداقت شعاری قزاقوں کے اس گروہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کا باعث بنی۔ اللہ کا یہ ولی جدھر رخ کر رہا تھا رشد و ہدایت کے جواہر بے بہا لٹا تا جا رہا تھا۔

جب آپ 488ھ میں مرکز علوم و فنون اور گہوارہ تہذیب اسلامی ”بغداد“ پہنچے تو سب سے پہلے شیخ حماد بن مسلم دہاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنے وقت کے عظیم شیخ الفقہ تھے۔ انہوں نے اس شہباز طریقت کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ علوم دینیہ اور علوم متداولہ کی تحصیل کے لئے قاضی ابوسعید المبارک الخردی جیسے شیخ کبیر اور حضرت ابو ذر کریم تبریزی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم یگانہ سے اکتساب فیض کرنے کے ساتھ ساتھ متعدد دوسرے علماء و فقہاء کے فقہی کمالات سے بھی ایک عرصہ تک خوشہ چینی کی۔ ان میں سے ابو الغنائم محمد بن علی میمون الخراسی، ابو البرکات طلحہ العاقولی، ابو عثمان اسماعیل بن الاصبہانی، ابو طاہر محمد عبدالرحمن بن احمد، ابو المنصور عبدالرحمن، ابو النصر محمد بن الخنار ہاشمی، شیخ ابو الخطاب محفوظ ابو الوفا علی بن عقیل حنبلی، ابو الحسن محمد بن قاضی محمد بن الحسین القادری السراج رحمۃ اللہ علیہم جیسے نامور محدثین اور فقہاء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

حدیث شریف پر آپ کی ژرف نگاہی اور وقت نظر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اساتذہ کرام آپ کو سند دیتے وقت فرمایا کرتے تھے: ”اے عبد القادر! ہم تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں مگر نہ حدیث کے معانی میں تو ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں کیونکہ بعض احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کئے ہیں ان تک ہماری فہم کی رسائی نہیں۔“

درس تدریس سے فراغت ہوئی تو محبت خداوندی اور معرفت ربانی کے اسرار کو سمجھنے کے لئے سرگرداں

رہنے لگے۔ عراق کے ویرانوں اور جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور کئی کئی روز واپس نہ آتے۔ تلاش حق کا جذبہ راسخ تھا قدرت آپ کو ایک بڑے مقصد کی تکمیل کے لئے تیار کر رہی تھی۔

اپنے استاذ محترم قاضی ابوسعید الخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ان کے مدرسہ ”باب الازج“ میں فرائض تدریس انجام دینے لگے۔ جہاں دور دور سے طالبان علم آپ کی شوکت علمی کا شہرہ سن کر حاضری دینے لگے۔ طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مدرسہ کی عمارت ناکافی محسوس ہونے لگی۔ بغداد کے ارباب خیر مدرسہ کی عمارت کی توسیع کی خاطر زر کثیر صرف کرنے لگے۔ بالآخر 528ھ میں یہ مدرسہ ایک عظیم الشان اسلامی درسگاہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اب یہ درسگاہ ”مدرسہ قادریہ“ کے نام سے چاروں طرف مشہور ہو چکی تھی۔ عام طالبان علم ہی آپ کی خدمت اقدس میں حاضری نہ دیتے تھے بلکہ نامور علمائے کرام اور مشائخ بھی اس سلسلہ میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا سعادت خیال کرتے تھے۔ آپ کے جذبات میں عشق خداوندی کی طلب صادق جلوہ گن تھی۔ طریقت کی وادیوں کی طرف رجوع کیا تو مجاہدہ اور ریاضت کی طرف رغبت پیدا ہونے لگی۔

علم طریقت و معرفت کے سلسلہ میں آپ نے حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم باس رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ فیض رسان کے انعامات باطنی سے فیض حاصل کئے جو کہ بغداد کے عظیم المرتبت مشائخ میں سے تھے۔ روحانی اور باطنی کمالات کے حصول کے لئے آپ نے تقریباً پچیس برس ایمان افروز مجاہدوں اور ریاضتوں میں صرف کئے۔ جب آپ نے عبادات، ریاضات اور مجاہدات شاقہ کے بعد پورا پورا تزکیہ نفس حاصل کر لیا تو حضرت شیخ ابوسعید مبارک الخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ شیخ ابوسعید نے آپ کو اپنے حلقہ بیعت میں لیتے ہوئے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لقمہ اُن کے ہاتھ سے میرے شکم میں جاتا تھا وہ میرے باطن میں ایک نور بھر دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علوم معرفت کے مہر عالم تاب میں ڈھلنے لگی۔

آپ روحانی سر بلند یوں پر فائز ہوئے تو تقاضائے قدرت کی تعمیل میں وہ وقت آپہنچا کہ ایک زمانہ

آپ کے انوار تجلیات معرفت سے مستفید ہوا۔ اس وقت خلافت عباسیہ کا آفتاب اقتدار نصف النہار پر تھا۔ ملوکیت کے سائے انوار شریعت کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔ بغداد میں خلیفہ مستنصر باللہ سربر آرائے سلطنت تھا۔ بغداد جو کہ عروس البلاد بھی تھا اور عظیم الشان مسلم سلطنت کا دار الخلافہ بھی اب تاجدار اقلیم ولایت حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فکری و روحانی سرگرمیوں کا مرکز لازوال بننے والا تھا۔

اس دور کے امراء حکومت کے نشے میں بدمست اور رعایا کے حقوق سے غافل تھے۔ علماء اپنے فریضہ ایمانی سے بے بہرہ ہو کر آپس میں الجھ رہے تھے۔ جاہل صوفیوں نے طریقت کو شریعت سے علیحدہ اور آزاد ٹھہرا رکھا تھا۔ اسلام جو کہ عالم انسانیت کا چارہ ساز تھا، ارباب اقتدار کے فیصلوں کا پابند بنادیا گیا تھا۔ یہ تھے وہ حالات جن کا مشاہدہ فرماتے ہوئے حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ وعظ و نصیحت، اشاعت اسلام، اصلاح خلق خدا، تجدید دین اور اعلائے کلمۃ الحق کا بیڑا اٹھایا۔

رشد و ہدایت کے سلسلہ کو دراز کرنے میں آپ کی زبان حارج تھی۔ بغداد عربی ادب کا گہوارہ اور فصحاء عرب کا مرکز تھا، جبکہ حضور پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی مادری زبان فارسی تھی۔ تمام تر علمی و فقہی روحانی و نظری کمالات و فضائل کے باوجود آپ جھجکا شکار تھے۔ ایک رات آپ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وعظ و نصیحت کی تلقین فرمائی تو انہوں نے اپنے عجمی نژاد ہونے اور عربی دانی کی مہارت نہ رکھنے پر معذوری کا اظہار کیا۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر ان کے منہ پر دم کیا اور لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا اور وعظ کا حکم دیا۔ بس پھر کیا تھا، در علم و حکمت کھل گیا، رشد و ہدایت کا سرچشمہ سرمدی پھوٹ پڑا۔

متعدد تذکرہ نگار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطائے خاص کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بیداری میں کرم فرمایا۔

آپ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”دوسرے روز میں بعد نماز ظہر وعظ کرنے کے ارادے سے منبر پر بیٹھا اور سوچتا رہا کہ کیا کہوں؟ میرے ارد گرد خلقت کا جھوم تھا اور ہر ایک میرا وعظ سننے کے

مشتاق تھا۔ ہر چند کہ میرے سینے میں دریائے علم موجزن تھا مگر زبان نہیں کھلتی تھی کہ اس وقت میرے جد امجد حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے اور چھ مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم کیا اور اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ میری زبان فوراً کھل گئی اور میں نے وعظ شروع کر دیا۔ اب میری طاقت لسانی کی سارے بغداد میں دھوم مچ گئی۔ خود میرے دل میں جوش خن کا یہ عالم تھا کہ اگر کچھ عرصہ خاموش رہتا اور وعظ نہ کہتا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ اول اول میری محفل تذکیر میں تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے مگر آخر میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہجوم کی مسجد میں گنجائش ناممکن ہو گئی۔ بالآخر عید گاہ میں منبر رکھا گیا اور میں نے وہاں وعظ کہنا شروع کیا۔

آپ نے 521ھ میں پہلی تقریر فرمائی۔ ابتداء میں تعداد کم تھی لیکن آپ کی پہلی تقریر نے بغداد میں تہلکہ مچا دیا۔ تشنگان شوق کا دریا اُمد آیا۔ بغدادیوں نے آپ کی خطابت و مؤعظت سے متاثر ہو کر بغداد کے باہر ایک طویل و عریض رباط تعمیر کرائی اور یہ سلسلہ اس قدر وسیع ہوتا چلا گیا کہ مدرسہ باب الازج کی تعمیرات اس رباط کی تعمیرات سے متصل و ملحق ہو کر ایک عالی شان زاویہ یا خانقاہ کی شکل میں نظر آنے لگیں۔ آپ یہاں جمعہ یکشنبہ اور دوشنبہ کو وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات ستر ہزار سے زائد طالبان راہ حق آپ کے وعظ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ سواراٹنے آتے تھے کہ ان کی گرد سے عید گاہ کے گرد ایک حلقہ بن جاتا تھا اور دُور سے تودہ نظر آتا تھا۔

حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پُر تاثیر مواعظ حسنہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”اخبار الایار“ میں رقمطراز ہیں: ”حضرت کے کلام معجز بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جب آپ آیات و عید کے معانی ارشاد فرماتے تھے تو تمام لوگ لرز جاتے تھے۔ چہروں کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ گریہ و زاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اہل محفل پر بے ہوش طاری ہو جاتی تھی۔ جب آپ رحمت الہی کی تشریح و توضیح اور اس کے مطالب بیان فرمانے لگتے تو لوگوں کے دل غنچوں کی طرح کھل جاتے تھے۔ اکثر حاضرین توبادہ ذوق و شوق سے اس طرح مست و بے خود ہو جاتے تھے کہ بعد ختم محفل ان کو ہوش آتا تھا اور بعض تو محفل ہی میں

جاں بحق تسلیم ہو جاتے۔“

آپ کی مجلس میں علمائے یگانہ اور مشائخ عصر بھی کثیر تعداد میں حاضر ہوتے۔ آپ کی محفل میں چار سو افراد قلم دوات لے کر بیٹھتے تھے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے اسے دامن قرطاس پر سمیٹ لیتے۔ آپ کے مواعظ کی تاثیر سے گمراہوں کو منزل مقصود کا نشان میسر آتا، تاریک دلوں کو ایمان کی روشنی عطا ہوتی، فاسق و فاجر حق آشنا بن جاتے۔ ہر مجلس میں ایک بڑی تعداد میں یہود و نصاریٰ دولت اسلام سے بہرہ یاب ہوتے۔

عامۃ الناس کے علاوہ بادشاہ، وزرائے سلطنت اور امراء دربار بھی آپ کی مجالس میں نیاز مندانہ طریق سے حاضر ہوتے۔ آپ کی مجلس وعظ میں رجال الغیب، ملائکہ اور جنات بھی بکثرت آیا کرتے تھے۔ آپ کا ہر وعظ ربانی فتوحات، یزدانی الہامات اور سبحانی ارشادات و ہدایات کا بحر ذخار تھا۔ حکیمانہ انداز کی جھلک بھی تھی اور روحانی جلال کی چمک بھی۔ یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کی مجلس میں دور و نزدیک بیٹھنے والے یکساں آپ کی آواز سنتے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا اور لاکھوں کی تعداد میں فاسق و فاجر تائب ہوئے۔

آپ نے مذہب اسلام کو اس طور پر زندگی دی کہ اسلام پھر سے اپنی حقیقی عملی تعبیر و توضیح کے ساتھ عوام الناس کی زندگی میں جاری و ساری ہو گیا۔ آپ نے علمائے سُو کو ان کی فرض ناشناسی پر ٹوکا، جاہل صوفیوں کو عظمت تصوف سے آشنا کیا۔ دُنیا داروں کو روز قیامت کی سختیوں کا احساس دلایا۔ عمال حکومت کو ان کی بد عنوانیوں پر سخت ملامت کی، حتیٰ کہ خلیفہ وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اسے بھی ڈانٹ دیتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ المستعجد باللہ نے دعائے خیر کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دس توڑے اشرفیوں کے نذر کئے۔ آپ کے انکار پر جب خلیفہ نے قبول فرمانے پر اصرار کیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں میں چند اشرفیوں کو لے کر رگڑا تو اُن سے خون بہنے لگا۔ آپ نے خلیفہ سے فرمایا: ”تمہیں اللہ سے شرم آنی چاہیے کہ انسانوں کا خون کھاتے ہو اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو۔“

خلیفہ وقت اور وزراء آپ کے دربار میں حاضری دینا باعث اعزاز سمجھتے تھے جب وہ آتے تو آپ اٹھ کر گھر چلے جاتے جب وہ آپ کے پیچھے آتے تو آپ دولت خانہ سے نکلتے تاکہ ان کے لئے اٹھنا نہ پڑے۔ آپ انہیں نصیحت کرتے ہوئے لہجہ سخت کر لیتے۔ جب آپ خلیفہ وقت کو خط لکھتے تو یوں تحریر فرماتے: ”عبد القادر تجھے یوں حکم دیتا ہے اور اس کا حکم نافذ ہے۔ اس کی اطاعت تجھ پر واجب ہے۔ وہ تیرا پیشوا اور تجھ پر حجت ہے۔“

جب خلیفہ وقت کو آپ کے خط مبارک کے مضمون سے آگاہی ہوتی تو اسے بوسہ دیتا اور کہتا کہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی نے سچ فرمایا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ جیلانی جلالت روحانیت کے کس مقام پر فائز تھے۔

شاہ شاہان شیخ عبد القادر است دل نشین و دلربا و دلبر است خدا نے کریم نے آپ سے اصلاح احوال عالم کا وہ فریضہ عظیم انجام دلوانا تھا جو انبیائے کرام کا خاصہ ہے۔ آپ نے شعائر اسلامی کو جس طور نئی زندگی بخشی اور اسلام کی ابدی تعلیمات کو جس شاندار طریق سے اسلامیان عرب و عجم کے دلوں میں راسخ کیا اس کی بناء پر آپ کو محی الدین والملت کے مقدس خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس خطاب کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ 511ھ میں آپ بغداد کی طرف آرہے تھے کہ ایک بیمار اور نحیف البدن شخص نے راستے میں آپ کا نام لے کر سلام کیا اور قریب آنے کو کہا۔ جب آپ قریب پہنچے تو اس نے آپ سے سہارا دینے کی استدعا کی۔ آپ نے سہارا دیا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم صحت مند ہونے لگا اور رنگ و صورت میں تازگی نمایاں ہونے لگی۔ آپ کے استعجاب پر اس نے کہا کہ میں دین اسلام ہوں۔ میں قریب المرگ ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری بدولت از سر نو زندہ کیا۔ شیخ عبد القادر جیلانی اس شخص سے جدا ہو کر جامع مسجد پنچے تو ایک شخص نے ملاقات کی اور آپ کے جوتے پکڑ کر یا سیدی محی الدین کہہ کر پکارا۔ پھر جب نماز پڑھنے لگے تو چاروں طرف سے لوگ آکر ان کے ہاتھ چومنے لگے۔ ہر شخص کی زبان پر ”محی الدین“ کا قدسی زمرہ گونج رہا تھا۔

ٹو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا پیران پیر سیدنا عبد القادر جیلانی جس مقام غوثیت پر فائز تھے وہ جملہ اولیائے کرام میں سے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ آپ علم و عمل، عشق و سرمستی، سوز و گداز اور روحانی شوق کی جن رفعتوں کے ہماز تھے وہ کسی اور صاحب حال کا مقدر نہ بن سکیں۔ تمام معتبر تذکار میں رقم ہے کہ ایک روز سیدنا عبد القادر جیلانی بغداد کے محلہ حلبہ میں جہاں آپ کا مہمان خانہ تھا، مجلس سے خطاب فرما رہے تھے اس مجلس میں پچاس جلیل القدر مشائخ عظام موجود تھے۔ دوران وعظ آپ نے فرمایا: قدمی هذه على رقبة كل ولي الله میرا یہ قدم ہر ایک ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

یہ سن کر حضرت شیخ علی ابن الہیتمی اٹھے اور منبر کے قریب جا کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ دیا۔ بعد ازیں تمام حاضرین نے آگے بڑھ کر اپنی گردنیں جھکا دیں۔ اس دور کے تین سو تیرہ اکابر اولیاء اللہ نے دنیا کے مختلف مقامات پر حضرت غوث الاعظم کے اس ارشاد کی تعمیل میں اپنی گردنیں خم کر دیں۔ آپ کے اس ارشاد برحق کے وقت سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری خراسان کی پہاڑیوں میں مجاہدوں اور ریاضتوں میں مصروف تھے۔ آپ نے غوث پاک کا یہ اعلان سنتے ہی اپنا سر مبارک زبان حال سے یہ کہتے ہوئے زمین پر رکھ دیا کہ حضور والا! گردن پر بھی کیا بلکہ میرے سر پر آپ کا مبارک قدم ہے۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا سر بھلا کوئی کیا جانے کہ ہے کیسا تیرا اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلو تیرا حضور غوث الاعظم کی کرامات بے شمار ہیں۔ ان کا شمار کرنے بیٹھیں تو ایک طویل دفتر درکار ہوگا۔ آپ کے روحانی تصرفات اور ایمانی کمالات کے ایسے ایسے ایمان افروز واقعات مطالعہ کو ملتے ہیں کہ دیدہ و دل فکر آفریں حیرت میں کھو جاتے ہیں۔ آپ کی ذات مجمع البرکات، صفات جمیلہ اور خصائل حمیدہ کی جامع تھی۔ آپ انتہائی غریب نواز خدا ترس، سخی، رقیق القلب، وسیع حوصلہ شیریں زباں، رحمدل، خلیق اور حد درجہ بامروت اور پابند قول و قرار تھے۔ آپ کی خدمت میں ہدیے نذرانے اور تحائف اس کثرت سے آتے کہ

شار نہیں ہو سکتا تھا مگر آپ سب کچھ خدا کی راہ میں خیرات کر دیتے۔ روزانہ شب کو آپ کا دسترخوان بچھایا جاتا، جہاں پر آپ مہمانوں کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔ غرباء و مساکین کے ساتھ آپ زیادہ بیٹھا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی تناول فرماتے۔ طلبہ بھی کثیر تعداد میں آپ کے دسترخوان سے ہی کھانا کھاتے تھے۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے اسلام کو نئی زندگی عطا کی۔ آپ کے ارشادات اور مواعظ حسنہ روشنی کے مینار تھے، جن سے پھوٹنے والی کرنیں آج بھی دلوں کو روحانیت آشنا کر رہی ہیں۔ آپ کے ان مواعظ حسنہ کے تین مجموعے ہیں یعنی الفتح الربانی، فتوح الغیب، الغنیہ لطالب طریق الحق (غنیۃ الطالبین) ان کتب میں آپ کے ارشادات حکیمانہ کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ یہ مواعظ اپنی افادیت اور اثر آفرینی کی اس منزل پر ہیں کہ آپ کی فضیلت اور فیضان معرفت پر دلیل قاطع ہیں۔ عرب ہو یا عجم، برصغیر پاک و ہند ہو یا ممالک شام و عراق تمام دنیا آپ کے کمالات علمی اور فضائل باطنی کی معترف ہے۔ آپ جادہ حق سے بھٹکے ہوئے بے نصیب انسانوں کے لئے صراط مستقیم کا عملی پیغام سرمدی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں جس عالمگیر دعوت حق کا آغاز کیا تھا وہ آپ کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی صورت میں آج بھی پورے روحانی تزک و احتشام کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

یہ وہی دعوت حق ہے جس کے لئے آپ فرمایا کرتے تھے: ”اے لوگو! دعوت حق قبول کرو، بے شک میں داعی الی اللہ ہوں کہ تم کو اللہ کے دروازے اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں۔ اپنے نفس کی طرف نہیں بلاتا کہ منافق ہی اللہ کی طرف مخلوق کو نہیں بلاتا بلکہ اپنے نفس کی طرف بلاتا ہے۔“

اس دور کے علماء اور اصحاب تصوف آپس میں برسر پیکار تھے۔ شریعت اور طریقت کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا گیا تھا لیکن سیدنا غوث الاعظم کی بے مثال شخصیت شریعت اور طریقت کے امتزاج کا حسین نمونہ تھی۔ آپ افتاء و درس کی مسند پر فائز تھے۔ وقت کا کوئی قاضی اور مفتی آپ کے علم و عمل پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صاحبان طریقت کے لئے آپ کی ذات گرامی سپر بن گئی اور

اہل شریعت آپ پر اور آپ کے متوسلین پر بدعتی یا غیر شرع ہونے کا الزام نہیں لگا سکتے تھے۔ صوفیاء اور علمائے شریعت دونوں فقہی و روحانی امور میں راہنمائی کے لئے آپ کے محتاج تھے۔ اس یکجہتی کی بدولت اشاعت اسلام کی رفتار تیز ہو گئی۔

آپ کے دور میں فرقہ معزلہ اسلام میں مادیت کا نمائندہ تھا۔ وہ عقل کو چراغ رہ گزر نہیں بلکہ دروین خانہ کے ہنگاموں میں دخیل سمجھتا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محبت و ذوق کی شمع ٹٹمٹمانے لگی۔ سیدنا عبد القادر جیلانی کے وجود میں ایک ایسی شخصیت ظہور پذیر ہو گئی کہ محض اس کا دیکھنا ہر سوال کا جواب اور ہر مشکل کا حل تھا۔ آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے الفاظ شمع روشن کی طرح ضو بار ہونے لگتے اور جب آپ خاموش ہوتے تو علم و عرفان کی خوشبو قلوب انسانی کو مہکاتے لگتی۔ آپ کے وجود سے مادہ پرستی کا خاتمہ ہو گیا اور معتزلہ اس طرح سمٹ گئے کہ ان کا نشان تک باقی نہ رہا۔

جس وقت حضرت شیخ جیلانی محراب و منبر کی زینت بنے رافضیت عروج پر تھی۔ آپ کا وجود محبت الہی اور آیت الہی ثابت ہوا اور آپ کے فیوض سے سرشار قادری درویشوں نے ہر مقام پر اسماعیلی داعیوں کا تعاقب کیا اور عوام کو معرفت الہی کے پُر سرور اور میٹھے پانی کے چشموں سے سیراب کر کے فریب و کراہ اور ضلالت و گمراہی کے سراب سے محفوظ کر دیا۔

حضرت سیدنا غوث الاعظم کا بدن لاغر، قد درمیانہ، سینہ کشادہ، ریش مقدس طویل و عریض گھنی اور خوشنما تھی۔ آواز بلند و دلنشیں اور گفتار خوش تر تھی۔ رنگ گندی تھا، ابرو باریک اور باہم پیوستہ تھے۔ آپ کا علم کامل تھا، اخلاق شیریں تھے، مزاج میں تواضع تھی، شخصیت جلال و جمال کا مرقع تھی۔ آپ بہت خلوت پسند تھے۔ راست گوئی میں آپ کا شہرہ تھا۔ قرآن حکیم کی طرح احادیث نبویہ کے بھی حافظ تھے۔ جب آپ وعظ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوتے تو کوئی بھی ادب کے باعث نہ کھٹکھارتا تھا، نہ کھانستا تھا۔

آپ نے 528ھ سے 561ھ تک تقریباً تینتیس سال درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔ علمائے عراق اور دوسرے علاقوں کے علماء آپ کی خدمت میں اپنے سوالات بغرض جواب

ارسال فرماتے اور جب آپ کے فتاویٰ ان تک پہنچتے تو انہیں آپ کی علمی قابلیت پر سخت تعجب ہوتا تھا اور وہ پکاراٹھتے تھے کہ وہ ذات پاک ہے جس نے ان کو ایسی علمیت سے نوازا ہے۔

آپ نے 52 سال کی عمر تک متاثر زندگی اختیار نہ کی۔ اس کے بعد سنت نبوی ﷺ کے خیال سے آپ نے مختلف زمانوں میں چار شادیاں کیں اور ان چاروں سے آپ کی اولاد کثرت سے تھی۔ ان میں سے مندرجہ ذیل صاحبزادگان زیادہ مشہور ہوئے۔ سیدنا شیخ عبدالوہاب، سیدنا شیخ عیسیٰ، سیدنا شیخ عبدالعزیز، سیدنا شیخ عبدالجبار، سیدنا شیخ عبدالرزاق، سیدنا شیخ محمد، سیدنا شیخ عبداللہ، سیدنا شیخ یحییٰ، سیدنا شیخ موسیٰ، سیدنا شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی شاعری ذاتی تشہیر یا فنی صلاحیتوں کے اظہار کے لئے نہیں ہوتی بلکہ وہ اسے اپنے سوز و ساز قلبی اور واردات روحانی کی نمونہ کا ذریعہ بناتے ہیں۔ آپ کی تمام تر شاعری چند حمدیہ قصیدوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے قصیدہ غوثیہ آپ کی روحانی قدر و منزلت اور آپ کے منصب جلیل کا ترجمان ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اس قصیدے کے بارے میں کہتے ہیں: ”قصیدہ غوثیہ بھی اسی مقام قرب کے ایک خوددار اور شکر یافتہ کی آواز ہے جسے سیدنا غوث الاعظم کی باطنی حال کی اجتماعی تفسیر سمجھنا چاہیے۔“

قصیدہ غوثیہ کے بارے میں مولانا رومی کی رائے مبنی بر حقیقت ہے۔ نگاہ ظاہر میں اس قصیدہ کی روح میں جھانک کر حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتوں کا ادراک نہیں کر سکتی۔ ایک فارسی دیوان بھی آپ سے منسوب ہے۔ آپ کی دیگر تصنیفات میں سے مندرجہ ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ الغنیۃ الطالب طریق الحق (المعروف غنیۃ الطالبین)، فتوح الغیب، الفتح الربانی، حزب نشاء الخیرات، الیواقیت، الحکم، الفیوضات الربانیۃ، المواہب الرحمانیۃ، الفتوحات الرحمانیۃ، جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر، سر الاسرار، رد الرافضہ وغیرہ۔

حضرت سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات فقط سلسلہ عالیہ قادریہ ہی کی بدولت تقسیم نہیں ہو رہے بلکہ جملہ روحانی سلاسل آپ کی شوکت روحانی کے سامنے جبین نیاز خم کرتے ہوئے آپ کی غوثیت عظمیٰ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

شہنشاہ نقشبندیہ حضرت بہاؤ الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور بلند روحانی مقام کی خبر آپ کی

پیدائش سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر دی تھی کہ بخارا شریف میں پیدا ہونے والا یہ مرد کامل میری خاص نعمت سے فیضیاب ہوگا۔ واقعی جس طرح غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اسی لئے توشاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ عقیدت نگار ہیں کہ:

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است سرحد اولاد آدم شاہ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب عرش و کرسی و قلم نوب قلب از نور اعظم شاہ عبدالقادر است
امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بلند مرتبتی کا تذکرہ کرتے ہوئے طریقت و روحانیت کا پیشوا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے فرمان کے موجب یہ روحانی فیض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے صاحبزادگان اور پھر بارہ اماموں کے ذریعہ دنیا تک پہنچتا رہا حتیٰ کہ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آپہنچا جو روحانی سر بلندیوں کے لحاظ سے انہی بارہ اماموں کے فیض یافتہ ہیں۔

اس تفصیل کے بعد امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اس مرتبہ تک پہنچ گئے اور یہ آپ کو مل گیا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ قدس سرہ کے درمیان کوئی شخص اس مرتبہ پر نہیں ہے اور اب اس راستے میں جتنے فیوضات و برکات جملہ اقطاب، نجباء اور ولیوں تک پہنچتے ہیں ان کے ذریعے ہی پہنچتے ہیں کیونکہ فیض کا یہ مرکز ان کے بغیر اور کسی کو نہیں ملا۔ اسی جگہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

افلت شمس الاولین و شمسنا ابداء علی افق العلی لا تغرب
سلطان الہند حضرت خواجہ محمد معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ تو باقاعدہ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی صحبتوں اور ایمان افروز مجالس کے فیض یافتہ تھے۔ آپ کئی ماہ تک حضرت غوث الاعظم کی خدمت اقدس میں دن رات رہے اور آپ کے فیوضات سے مستفیض ہوئے اور دربار غوثیت سے ہی آپ کو ہندوستان کی ولایت عطا ہوئی تھی۔ شاہ اجیر، حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یوں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

یا غوث معظم نور ہدی مختار نبی مختار خدا سلطان دو عالم قطب علی حیراں زجلالت ارض و سما چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین عرسہ وردی نور اللہ مرقدہ اپنے عالم شباب میں علم کلام کی وسعتوں میں الجھے رہتے تھے۔ آخر ایک روز ان کے چچا انہیں بارگاہ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں لے گئے اور ان کی روحانی تربیت کے لئے عرض گزار ہوئے تو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دل پر ہاتھ رکھ کر چند لہجوں ہی میں علم کلام کی تاریکیاں دھو ڈالیں اور اسے علوم نورانی سے بھر پور کر دیا۔

شیخ الشیوخ سہروردی اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے اسی وقت میرے سینہ میں علم لدنی بھر دیا اور جب میں آپ کے آستانہ عالیہ سے واپس ہوا تو علم و حکمت کا کمال میری زبان پر تھا۔ نیز آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم عراق کے متاخرین میں سے شہرہ آفاق شخصیت ہو گے۔“

مختلف سلاسل روحانی کے ان عظیم پیشواؤں کا دربار غوثیہ میں یہ خراج عقیدت فی الواقع حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عالمگیر پیغام کی ابدی گواہی ہے۔ آپ نے 9 سال میں علوم شریعت حاصل کئے اور پھر باقی عمر تعلیمات اسلامی کی ترویج میں بسر کر دی۔ اس سلسلہ میں خدائے کریم نے آپ کو رُوئے زمین کی سلطانی عطا کر دی۔ یہ سلطانی وقتی اور عارضی نہیں بلکہ دائمی اور پائیدار ہے کیونکہ بالاتفاق آپ غوث اعظم اور قطب مدار ہیں جن کے فیض روحانی اور قیادت و سیادت باطنی ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

غوث اعظم درمیان اولیاء چوں محمد درمیان انبیاء
آپ نے اپنی عمر کے ابتدائی 18 سال اپنے مولود مسکن میں گزارے۔ 9 سال بغداد شریف کے اندر علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل و تکمیل کی خاطر مصروف رہے۔ 25 سال عراق کے جنگلوں، بیابانوں اور ویران مقامات پر ریاضات کاملہ اور مجاہدات شاقہ سے منازل سلوک طے کیں، پھر 40 برس تک ارشاد و تلقین، اعلائے کلمۃ الحق اور اصلاح خلق کا فریضہ انجام دیا۔

561ھ کو آپ کی عمر مبارک اکانوے (91) برس ہو چکی تھی کہ آپ کی صحت گونا شروع ہوئی۔ آپ کو

وفات سے پیشتر ہی اپنے ارتحال کا پتہ چل گیا تھا۔ علالت کے دوران بھی آپ نے تبلیغ دین اور اشاعت کا فریضہ ترک نہیں کیا۔

11 ربیع الثانی کو وفات سے کچھ عرصہ پیشتر آپ نے اپنے عزیزوں اور عقیدت مندوں سے فرمایا: ”میرے آس پاس سے ہٹ جاؤ کیونکہ میں ظاہراً تمہارے ساتھ مگر باطناً تمہارے سوا کے ساتھ یعنی اللہ کریم کے ساتھ ہوں۔ بیشک میرے پاس تمہارے علاوہ کچھ اور حضرات بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کے لئے جگہ فراغ کر دو۔ ان کے ساتھ ادب سے پیش آؤ اور ان پر جگہ تنگ نہ کرو۔“

جن تشریف لانے والوں کی طرف حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا تھا وہ ملائکہ اور ارواح مقربین تھے۔ آپ بار بار آنے والوں کے سلام کا جواب دے رہے تھے۔ آپ بار بار ہاتھ مبارک اٹھاتے اور ان کو دراز کرتے ہوئے زبان مبارک سے فرماتے تھے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو بہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ، میں ابھی تمہاری طرف آتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وصال کے آثار شروع ہو گئے۔ کلمہ طیبہ اور آیات قرآنی کی تلاوت فرماتے ہوئے آپ کی آواز مبارک مخفی ہو گئی، زبان تالو سے مل گئی اور روح مبارک قفس غصری سے پرواز کر گئی۔

پھر اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیلانے والا وہ مہر عالم تاب خاک بغداد میں رُو پوش ہو گیا، جس کی علمی و روحانی تجلیات ہر دور کے اصحاب فکر کے قلب و فکر کا اعزاز بنی رہیں گی۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر لوگ آپ کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تابانہ آپ کی جائے قیام کی طرف دوڑے۔ لوگوں کے اثر و ہام کا یہ عالم ہوا کہ دن میں آپ کی تدفین عمل میں نہ لائی جاسکی بلکہ آپ کو دوسری شب میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک بغداد شریف کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آپ درس دیتے اور وعظ و ارشاد کی روحانی مجالس آباد کیا کرتے تھے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں بلاد عالم سے آنے والے بے شمار زائرین عقیدت و احترام کی ڈالیاں نذر کرتے اور آپ کے فیوض و برکات کی دولت بے بہا کو اپنے دامن میں سجا کر لوٹتے ہیں۔





قبلہ گاہی وقار ملت و دیں غوث الاعظم قرار قلب حزیں
حضرت دستگیر والا شاں سید الاولیائے روئے زمیں
کار ساز جہاں باذن اللہ زبدۃ الاصفیاء و محی الدین
حائے بے کساں، معین زماں کوئی ان سا کہیں بھی اور نہیں
سب سلاسل پہ ہے کرم ان کا پیر پیراں کے سب ہیں زیر نگین
فیض سے ان کے جگمگائے جہاں لطف سے ان کے ضوفشاں ہے زمیں
اولیائے زماں قیامت تک خم کریں گے انہی کے در پہ جبین
منظر حسن مصطفائی ہیں وہ ہیں اک عکس ذات نور میں
آؤ اُن کی متابعت میں رہیں آؤ روشن کریں عمل کا نگین
آؤ اُن کے کہے کو حق مانیں آؤ اپنائیں ان کی فکر حسین
آؤ ان سے سبق لیں وحدت کا آؤ محکم کریں خدا پہ یقین
کہہ دے مجبور سال ہائے وصال ملہم غیب کا تُو بن کے امین
(کعبہ من قطب ربانی)

561ھ

﴿نافع عصر﴾ و ﴿مرد نورانی﴾

561ھ

561ھ



رسول اکرم ﷺ کی رسالت و نبوت کو تسلیم کرنا ایمان کے لئے اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایمان تب مکمل ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو محض نبی یا رسول نہ مانا جائے بلکہ آپ کو خاتم النبیین بھی تسلیم کیا جائے۔ خالق کائنات جل جلالہ نے انسانیت کی ہدایت کے لئے نبوت و رسالت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اُس کے آخر میں ہمارے آقا اور تمام رسولوں کے قائد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ختم نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا۔ آپ پر نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا۔ آپ کے بعد کسی لحاظ سے کوئی شخص بھی نبی نہیں ہو سکتا ہے جو بھی ایسا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا، کذاب ہوگا، دجال ہوگا۔ امت مسلمہ پر اُس کا انکار لازم اور اُس کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ ختم نبوت امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی آمد کے بعد زمانہ کے لحاظ سے کسی معنی میں بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی ضلیٰ، نہ کوئی بروزی اور نہ کسی اور حیثیت میں وہ نبی بن سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی میں وقت کے لحاظ سے آخری ہونا ایک اہم جزو ہے۔ اس کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی نبی کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ امت نے ہمیشہ ان لوگوں کے خلاف جہاد کیا اور اُن سے صفحہ ہستی کو پاک کیا، جنہوں نے ختم نبوت کے اس معنی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔

خالق کائنات جل جلالہ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا لہذا جو ختم نبوت کا منکر ہے وہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ہمارے ہاں اس فتنے کا نام ”قادیانیت“ ہے۔ اُن کو مرزائی اور غلامیہ بھی کہتے ہیں۔

اُن لوگوں کا جو جھوٹا مدعی نبوت ہے اُس سمیت سب لوگوں کا حکم کفر کا ہے۔ ہر لحاظ سے ان سے

اجتناب ضروری ہے۔ ان کی تکفیر کا عقیدہ رکھنا ایمان کے لئے لازمی ہے۔

قرآن مجید میں خالق کائنات جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (سورہ احزاب، آیت: 40) یہاں اس بات کو واضح کیا جائے گا کہ ختم نبوت محض ایک آیت کا ہی سبق نہیں بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں اور قرآن مجید کی درجنوں آیات قادیانیت کے رد میں موجود ہیں بلکہ بندہ ناچیز تو یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ سے قادیانیت کا رد اور ختم نبوت کا اثبات کیا جاسکتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے بڑی حسین بات لکھی۔ ﴿گفتند اند معنی خاتم النبیین آل است کہ رب العزت نبوت ہمہ انبیاء جمع کرد دل مصطفیٰ ﷺ را معدن آن کرد و مہر بار آں نہاد تا یح دشمن بموضع نبوت راہ نیافت نہ ہوائے نفس نہ دوسوہ شیطان﴾

حضرت شیخ ؒ فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی محققین نے یہ بیان کیا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو جمع کر کے رسول اکرم ﷺ کے مبارک دل میں رکھ دی اور آپ ﷺ کے دل کو اس نبوت کے لیے معدن قرار دے دیا۔ نبوت کو دل میں رکھنے کے بعد مہر لگا دی تاکہ کسی دشمن کو نبوت کو چوری کی توفیق نہ ہو سکے اور نبوت کی چوری کی طرف اس کو راستہ نہ مل سکے۔ نہ شیطان کے دوسوے کو راستے ملے اور نہ ہی نفس کی خواہش کو راستہ ملے۔

رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو عمومی طور پر بیان کیا جاتا ہے یعنی ختم رسالت کی جگہ ختم نبوت بولا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس خصوصی مقام پر خاتم النبیین کا لفظ بولا اور خاتم المرسلین کا لفظ نہیں بولا۔ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ذکر تو دونوں منصبوں کا کیا یعنی نبوت کا بھی ذکر کیا اور رسالت کا بھی ذکر کیا لیکن ختم کے لحاظ سے یہ فرمایا کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ اس واسطے عرف عام میں لفظ ”ختم نبوت“ بولا جاتا ہے۔ اگرچہ حضور اکرم ﷺ کے بعد نبی و رسول بھی کوئی نہیں ہو سکتا لیکن عمومی طور پر ”ختم نبوت“ اس آیت کی وجہ سے

بولا جاتا ہے۔ آیت کریمہ میں اس کے بولنے کی حکمت یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ کمال طریقے سے رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش کی نفی کرنا چاہتا تھا، اس نے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اس مطلب کو بیان کر دیا ہے۔

اس واسطے ہمارے ہاں منطق میں ایک قانون ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جاتی ہے لیکن خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ ایک ہے نبی ہونا اور ایک ہے رسول ہونا۔ نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے۔ نبی بڑھتا ہے تو رسول بن جاتا ہے۔ اس طرح جو رسول ہوتا ہے وہ نبی ضرور ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو بھی نبی ہو وہ رسول بھی ہو، کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

اس کی مثال اس طرح سمجھتی جاسکتی ہے۔ ایک ہے سندھی ہونا اور ایک ہے پاکستانی ہونا۔ پاکستانی ہونا عام ہے اور سندھی ہونا خاص ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص سندھی نہیں تو اس کے پاکستانی ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ سندھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ پنجابی یا بلوچی ہے۔ لیکن جس وقت ہم یہ کہیں گے کہ وہ پاکستانی نہیں تو اس سے سب کی نفی ہو جائے گی کہ وہ بلوچی بھی نہیں، پنجابی بھی نہیں، پٹھان بھی نہیں، وہ سندھی بھی نہیں۔ تو اس کو یوں سمجھنا ہے عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جاتی ہے لیکن خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔

اگر رسول اکرم ﷺ کی شان کو بیان کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ رسول اکرم ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں، وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں تو یہ وہم پڑ سکتا تھا کہ آپ کے بعد کوئی رسول تو نہیں ہو سکتا، شاید کوئی نبی ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں بیان کیا کہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ جب نبوت کی نفی ہوگی رسالت کی بطریق اولیٰ نفی ہو جائے گی۔ جب آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا تو وہ رسول کس طرح ہو سکتا ہے؟ یوں اس انداز میں مبالغے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نفی کرنے کے لئے یہ سلسلہ شروع کیا اور عام کی نفی فرمادی تاکہ اس کے ذریعے سے خاص کی نفی ہو جائے۔

خاص کی نفی کی جاتی تو پھر عام کی گنجائش باقی رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی عام کی نفی فرمادی اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں ہو سکتا تو اب بطریق اولیٰ واضح ہو گیا جب نبی کی گنجائش

اول سے آخر تک جتنے پیغمبر گزر گئے ان کی امتوں کے لئے بھی اور آپ کی اپنی امت کے لئے بھی نبی کریم ﷺ کو گواہ بنا دیں گے۔

جب رسول اکرم ﷺ اتنے بڑے مشاہدے کے ساتھ جلوہ گر ہو گئے اور آپ کو ایسی بڑی گواہی کا منصب دے دیا گیا۔ اب آپ کے بعد کسی کی گنجائش باقی نہیں رہتی جبکہ رسول اکرم ﷺ کو ہولاء شہید کہہ کر جمیع انسانیت کے لئے اپنے دربار کا گواہ بنا کر آپ کی عظمت اور منصب کو واضح فرما دیا ہے۔

① ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾ (سورۃ آل عمران، آیت: 144) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ محض رسول ہیں یعنی خالق نہیں، اللہ نہیں، معبود نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندے ہیں۔

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ آپ سے پہلے بھی رسول آتے رہے اور پھر جاتے رہے۔ آپ کی آمد ایک منفرد انداز میں ہے چونکہ ان کے بعد نئے رسول پھر آتے رہے اور آپ کے بعد کوئی نیا رسول یا نبی نہیں آئے گا۔ خالق کائنات نے اس انداز میں انسانیت کو چھوڑا ﴿افان مات او قتل﴾ کیا ان کا وصال ہو جائے یا شہادت ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ جاؤ گے۔ نہیں، نہیں یہ ہمیشہ کی نبوت لے کر آئے ہیں۔ اگر ظاہری پردہ ہو بھی جائے پھر بھی کسی کے لئے روا نہیں کہ وہ ان کے لئے ہوئے پیغام کو چھوڑ دے اور اس سے پیچھے ہٹ کر مرتد اور دین کا باغی ہو جائے۔ ان کو ہم نے ہمیشہ کی نبوت کا تاج پہنا کر بھیجا ہے لہذا اگر ظاہری پردہ ہو جائے گا تو پھر بھی نبوت محمدیہ کا جھنڈا لہرا رہا ہے گا۔

② ﴿وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (سورۃ السبا، آیت: 79) ہم نے آپ کو سارے لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور تمہارے رسول ہونے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ یہاں پر بھی رسول اکرم ﷺ کو جمیع انسانیت کے لئے رسول بنانے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

③ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرُّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ (سورۃ النساء، آیت: 170) اے لوگو! قیامت تک آنے والی انسانیت! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آگئے ہیں جو کہ حق

لے کر آئے ہیں۔ وہ حق ایسا ہے جو قیامت کی ضرورتوں کو پورا کرے گا اور مزید کسی رہنمائی کی ضرورت نہیں آئے گی۔ اس مقام پر بھی جمیع انسانیت سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی نبوت کو جو جامعیت اور عالمگیریت عطا ہے اسے بیان فرما دیا ہے۔

④ ﴿الرَّ . كِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ (سورۃ ابراہیم، آیت: 1) اے میرے نبی ﷺ! ہم نے آپ پر کتاب کو نازل کیا تاکہ آپ لوگوں یعنی ساری انسانیت کو قیامت تک آنے والے لوگوں کو اندھیرے سے نکال کے نور کی طرف لے آئیں۔

آپ دیکھئے اسی سورۃ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا تو وہاں الناس کا لفظ نہیں بلکہ لفظ قوم ہے۔ ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کر بھیجا تاکہ تم اپنی قوم کو ظلمت سے نور کی طرف نکالو۔

وہاں قوم تک دائرہ محدود تھا لیکن یہاں چونکہ ختم نبوت کا جھنڈا لہرا رہا ہے تو خالق کائنات جل جلالہ نے فرمایا ﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ تاکہ آپ جمیع لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالیں، اس میں بھی رسول اکرم ﷺ کی نبوت کا واضح ذکر ہو گیا کہ آپ لوگوں کے ہادی ہیں۔ آپ ہی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالیں گے کیونکہ قیامت تک آپ کی تعلیمات موجود رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے تصرف موجود رہے گا تو پھر کسی اور احمق کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ آئے اور آکر یہ کام کرے جبکہ آپ بطریق احسن وہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ خالق کائنات جل جلالہ نے فرما دیا کہ قیامت تک ظلمت سے نور کی طرف نکالنا یہ منصب ہم نے آپ کو دے دیا ہے۔ آپ کے بعد اس منصب کے لحاظ سے کسی کے آنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ کسی معنی میں بھی نبوت و رسالت کے لحاظ سے کوئی بھی نہیں آسکے گا۔

⑤ ﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ﴾ (سورۃ النساء، آیت: 41)

یہاں استدلال کا انداز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی حوصلہ افزائی کے لئے بہت سی آیات نازل کیں۔ آپ کو جو تکالیف آرہی ہیں آپ سے پہلے بھی نبیوں کو آتی رہی ہیں۔ اگرچہ نبی ﷺ کی

جرات واستقامت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر لمحہ مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ ہر لمحہ اپنے محبوب ﷺ کی حوصلہ افزائی بھی فرماتا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرَسُولٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ کچھ احمق لوگ مذاق کرتے ہیں تو آپ نہ گھبرائیں۔ آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا۔ اگر آپ کے بعد کسی کے آنے کی گنجائش ہوتی اور اُس نے پیغام نبوت دینا ہوتا تو خالق کائنات ضرور اس انداز میں بیان کرتا کہ آپ سے پہلے بھی یہ معاملہ چلتا رہا ہے اور آپ کے بعد بھی ایسا ہوتا رہے گا۔ جو پہلے ہی آئے تھے اُن کو بھی مشکلات کا سامنا تھا اور ابھی جو آپ کے بعد آئیں گے اُن کو بھی سامنا ہوگا۔ جبکہ خالق کائنات جل جلالہ نے کہیں بھی بعد والا احتمال نہیں چھوڑا اور اسی انداز میں بیان کیا کہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے آپ تو پھر جامع نبوت لے کر آگئے ہیں۔

سب سے بڑا پیغام آپ کا ہے تو اس لحاظ سے مصیبتیں بھی بڑی برداشت کرنی پڑیں گی۔ خالق کائنات نے اس اسلوب میں ختم نبوت کو بیان فرمادیا ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولًا مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبِرْ وَاَعْلَىٰ مَا كَذَّبُوا﴾ (سورۃ الانعام آیت: 34) آپ سے پہلے لوگوں کو جھٹلایا گیا اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔ اُن کے سامنے لوگ کہتے تھے تم اللہ کے رسول نہیں ہو تو وہ صبر کرتے رہے۔ یہ جو آپ کے زمانے کے بھگوڑے مشرک ہیں۔ یہ اگر ایسی باتیں کرتے ہیں تو اس سے سیدہ تنگ نہیں ہونا چاہیے میرے نبی طبعیت ہشاش بشاش رہے۔ یہ ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوصلہ افزائی ہو رہی ہے تو یہاں پر بھی رسول کی بات کی گئی کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب ہوتی رہی۔ اگر بعد میں کسی نے آنا ہوتا تو اُس کی بھی بات کی جاتی۔ ہرگز اللہ تعالیٰ نے ایسا اسلوب اختیار نہیں کیا تو اس میں ختم نبوت کا واضح سبق موجود ہے۔

﴿فَاَصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولٰٓئِی الْعِزْمِ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (سورۃ الاحقاف آیت: 35) اے میرے محبوب ﷺ آپ ایسے ہی صبر کریں جیسے آپ سے پہلے اولو العزم رسول صبر کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ماضی میں صبر کیا ہے اور آپ بھی صبر برقرار رکھیں۔ یہ نہیں کہ کہیں کوئی بے صبری ہو گئی تھی اور

اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو کہ اب صبر کی تلقین کی جائے۔ ہرگز ایسا مسئلہ نہیں تھا بلکہ مسئلہ یہ تھا کہ جو آپ صبر کر رہے ہیں اس صبر کو آپ آئندہ بھی قائم رکھیں۔

رسول اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ حوصلہ افزائی کر رہا ہے اور یہاں جو لفظ بولے ہیں وہ بھی یہ ہیں کہ آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام صبر کرتے رہے۔ اگر آپ کے بعد کسی نبی کی گنجائش ہوتی تو یقیناً وہ بھی اللہ کا سچا نبی ہوتا اور وہ بھی صابر ہوتا اور اُس کا بھی حوالہ دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ گنجائش ہی نہیں چھوڑی اس واسطے بعد والا تذکرہ کسی مقام پر بھی نہیں فرمایا۔

﴿لَمَّا اَتَيْتَكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ﴾ (سورۃ آل عمران آیت: 81) اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء علیہم السلام کو اکٹھا کر لیا اور عالم ارواح میں اُن سے یہ عہد لیا جا رہا تھا کہ جب باری باری میں تمہیں بھیجوں گا تم اپنی اپنی نبوت کا اعلان کرو گے اور تم نبی قرار پاؤ گے، میں تمہیں کتاب بھی دوں گا، تمہیں حکمت بھی دوں گا۔ ﴿ثُمَّ جَاءَ كُم رَسُولٌ﴾ جب تم سب اپنی باری مکمل کر بیٹھو گے۔ تم سب کی نبوت کا زمانہ گزر جائے گا پھر تمہارے پاس ایک رسول آئیں گے۔ اُن کی شان کیا ہوگی؟ ﴿مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ﴾ وہ اس سب کی تصدیق کریں گے جو کچھ تم لے کر گئے ہو۔ اُن کا قرآن جو کچھ پہلے آچکا ہے سب کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ اے انبیاء علیہم السلام ﴿لَتَنصُرُنَّهُ وَلَتَنْصُرُنَّهُ﴾ تم نے ان پر ضرور ایمان بھی لانا ہے اور ضرور ان کے ساتھ تعاون بھی کرنا ہے۔ اس مقام پر لفظ ﴿ثُمَّ﴾ نے واضح کر دیا کہ اس میٹنگ میں کوئی بعد والے پیغمبر کی گنجائش ہوتی تو اس کو بھی ضرور شامل کیا جاتا۔ چونکہ تمام انبیاء سے عہد لیا جا رہا تھا اور یہ کہا جا رہا تھا کہ تم سب سے پہلے جاؤ گے اور تمہارے بعد میرے محبوب ﷺ جائیں گے۔ ﴿ثُمَّ جَاءَ كُم رَسُولٌ﴾ تم اپنی نبوت کا زمانہ مکمل کر چکو گے۔ اس کے بعد میرے محبوب ﷺ آجائیں گے اور وہ اپنی نبوت کا اعلان کریں گے۔ یہاں واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان کر دیا کہ جس کو بھی میں نے نبی بنانا ہے اُس کو اپنے محبوب سے پہلے بھیجوں گا اور پھر ان کا مصداق بنا کر بھیجوں گا۔

یہ بعد میں تصدیق کرنے جائیں گے۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی آ ہی نہیں سکتا۔ پھر اُس کی تصدیق ہو

نہیں سکتی۔ آپ سے پہلے پہلے جس نے پہنچنا ہے وہ پہنچے گا اور آپ آئیں گے۔ ”ثم“ کے لفظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے احتمال ہی ختم کر دیا کہ جب آپ جلوہ گر ہو جائیں گے اُس وقت تو پہلوں کی تصدیق کا معاملہ ہوگا پھر کسی کے آنے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہے گی۔ رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کو دو ٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہوئے اللہ نے یہ بھی بیان کر دیا ﴿رسول مصدق لما معکم﴾ وہ ایسے رسول ہوں گے جو تم سب رسولوں کی کتابوں کی تصدیق کریں گے۔ تم سب کے صحیفوں کی تصدیق کریں گے۔ جو تم سب کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔ جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملا ہے وہ نبی اُس کی تصدیق کریں گے۔ تو اب یہ وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کی طرف سے تصدیق کا وقت ہے۔ اللہ نے اُن کو تو نور دیا ہوا ہی ہے لیکن ادھر رجسٹریشن ہو رہی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے تصدیق ہو رہی ہے۔

﴿اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً﴾ (سورۃ المائدہ آیت: 3) آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور آج میں نے تم پر اپنی نعمت کی انتہاء کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

کئی صدیوں سے میری ہدایت کا سلسلہ جاری تھا اور چھوٹے چھوٹے نصاب میں دے رہا تھا آج میں نے جامع نصاب کو مکمل کر دیا ہے۔ میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور میں نے نعمت کی انتہاء کر دی۔ پہلی امتوں کو میں نے اتنا نہیں دیا جتنا تمہیں دیا۔ اُن سب کو جو دیا تھا اُس سے ایک جامع نصاب میں نے اس امت کو دے دیا ہے۔

﴿والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك﴾ (سورۃ البقرہ آیت: 4) متقی وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور متقی وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اُس چیز پر جو اے محبوب ﷺ آپ کی طرف نازل کی گئی اور اُس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔

اب اگر بعد میں بھی کسی کی گنجائش باقی ہوتی تو لازم کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ﴿والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وما انزل من بعدك﴾ جو آپ پر اتاری ہوئی کتاب پر بھی

ایمان لائے اور جو پہلے اتر چکی ہیں اُن پر بھی ایمان لائیں اور جو بعد میں اُتریں گی اس پر بھی ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہرگز اس انداز میں بیان نہیں کیا اور واضح کر دیا کہ بعد میں اب کوئی نبوت ہی نہیں ہوگی تو اس کی کتاب کہاں آئے گی؟ سب کچھ پہلے آچکا ہے اور یہ نبوت بعد والی پہلی نبوتوں کی تصدیق کر رہی ہے اور اپنے امتیوں پر اس کو لازم قرار دے رہی ہے۔

﴿لكن الراسخون فى العلم المؤمنون يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك﴾ (سورۃ النساء آیت: 162) اس میں بھی اللہ تعالیٰ وہی بیان کر رہا ہے جو اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا۔ ایمان کے لئے جو آپ پر اتاری ہے کتاب (قرآن کریم) اس پر بھی ایمان لے آئیں اور جو آپ سے پہلے کتابیں اتاری گئی ہیں اُن پر بھی ایمان لائیں۔

﴿يا ايها الذين آمنوا آمنوا بالله ورسوله والكتاب الذى نزل على رسوله والكتاب الذى انزل من قبلك﴾ (سورۃ النساء آیت: 136) اے ایمان والو! ایمان لاؤ! اللہ پر اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر اور اُس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر نازل کی اور اُن کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے نازل کیں۔ یہاں پر بھی پہلے کا ذکر موجود ہے۔

﴿ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك﴾ (سورۃ الزمر آیت: 65) آپ کی طرف اس پیغام کی وحی کی گئی اور اس توحید کی وحی آپ سے پہلے پیغمبروں کی طرف کی گئی تو یہاں پہلے پیغمبر توحید والا پیغام عام کرتے رہے اور فکر آخرت والا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ یہ سب کا مشترکہ پیغام ہے۔ نبوت کا پیغام اللہ تعالیٰ کی توحید اور فکر آخرت کا پیغام ہے۔ رب ذوالجلال نے فرمایا ”یہ آپ کی طرف بھی آیا ہے اور آپ سے پہلوں کی طرف بھی آیا ہے“۔ گنجائش ہوتی تو بعد کا تذکرہ ضرور ہوتا چونکہ یہ اہم مقام ہے۔ جہاں پر نبوت کی حیثیت کو واضح کیا جا رہا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ نے بعد والے تمام احتمالات ختم فرما دیے ہیں۔

﴿الم تر الى الذين يزعمون انهم امنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك﴾ (سورۃ النساء آیت: 60) یہاں پر اُس کو بیان کیا گیا جو آپ پر نازل کیا گیا اور آپ سے پہلے جو

نازل کیا گیا بعد والا احتمال ختم کر دیا گیا۔

﴿كذالك يوحى اليك والى الذين من قبلك﴾ (سورة الشورى: آیت: 3)

ایسے ہی اللہ نے آپ کی طرف وحی کی اور اُن کی طرف جو آپ سے پہلے آچکے ہیں۔ بعد والا احتمال ختم کر دیا گیا۔ بہت سی آیات میں اُمت کو اس انداز میں بیان کیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی اور اُمت کی اب گنجائش باقی نہیں رہی جب اور اُمت ہی نہیں ہوگی تو اور نبی کہاں سے آئے گا۔

﴿كنتم خير امة اخرجت للناس﴾ (سورة آل عمران: آیت: 11) تم کو ساری امتوں کا سردار بنایا گیا۔ جب سردار اُمت آجائے تو پھر ادنیٰ اُمت کی ضرورت کیا ہے؟ یہ جب آگئی تو سارے منصوبے اس کے پاس، سارے کام ان کے پاس، ساری عظمتیں ان کے پاس، ہر ہر بندگی کی توفیق اس کے پاس، ہر علم کا کمال ان کے پاس۔ پہلی ساری امتیں یکجا ہو کر وہ کام نہ کر سکیں جو اس تنہا اُمت نے کیا۔ وہ امتیں اپنے نبی پر نازل ہونے والی کتاب کو محفوظ نہ رکھ سکیں۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کو تو محفوظ رکھا ہی انہوں نے اُن کی ہر ہر حدیث کو بھی محفوظ رکھا اور اس انداز میں محفوظ رکھا کہ صرف حدیث کی حفاظت کے لئے 65 علوم ایجاد کر ڈالے اور پھر حدیث کو سمجھنے کے لئے اصول حدیث کو بنا ڈالا۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے اصول تفسیر کو بنا ڈالا۔ احکام کو سمجھنے کے لئے اصول فقہ کو بنا ڈالا۔ پہلی امتوں میں اس طرح کا کوئی تصور ہی موجود نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ خیر اُمت آگئی ہے۔ سردار اُمت آگئی ہے۔ یہ تمام امتوں میں سے آخری اُمت ہے۔ اس کے بعد جب اُمت کا تصور نہیں تو نبی کا تصور کیسے ہو سکتا ہے؟

﴿وكذالك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس﴾ (سورة البقرة: آیت: 143) ہم نے تجھے افضل اُمت بنایا ہے تاکہ تم باقی سارے لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں گواہ بننا یہ منصب صرف پیغمبروں کا تھا۔ لیکن رسول اکرم ﷺ کی نسبت سے اس اُمت کو بھی یہ گواہی کا منصب مل گیا ہے۔

اب فضیلت والی اُمت کے بعد کسی ادنیٰ اُمت کا تصور باقی نہیں رہتا۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو افضل

ترین اُمت کہہ رہا ہے۔ یہ آخری اُمت ہے، جن کی کتاب سب سے افضل ہے، جن کے پیغمبر سب سے افضل ہیں، جن کا نظام سب سے افضل ہے اور جن کا پیغام سب سے افضل ہے۔ لہذا اُن کے بعد نہ کوئی پیغام ہے نہ دعوت ہے نہ کوئی کتاب ہے نہ کوئی نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کی عظمت کے ساتھ ختم نبوت کی عظمت کو ثابت فرما دیا ہے۔

﴿واذ قال عيسى ابن مريم يا بني اسرائيل انى رسول الله اليكم مصدقا لما بين يدي من التوراة ومبشرا برسول من بعدى اسمه احمد﴾ (سورة القف: آیت: 6) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہہ رہے تھے اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا نبی بن کے آیا ہوں اور میں اُس کی تصدیق کر رہا ہوں، جو مجھ سے پہلے تورات کی شکل میں آچکی ہے اور میں اس رسول کی بشارت دے رہا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اُن کا نام 'احمد' ہوگا۔

اب یہاں پر اسلوب کو واضح کر دیا کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی اور کے آنے کی گنجائش باقی رہتی تو آپ کا یہ انداز ہوتا کہ لوگو! میں رسول بن کے آگیا ہوں اور جتنی پہلی کتابیں ہیں اُن کی میں تصدیق کر رہا ہوں اور جو بعد میں آئے گا اُس کا میں اعلان کر رہا ہوں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے نفی تو بار بار کہی ہے۔ ڈیڑھ سو (150) احادیث میں نفی موجود ہے اور ختم نبوت کا بیان موجود ہے لیکن ایک جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ میرے آنے کے بعد کسی کے آنے کی گنجائش باقی ہے۔

محبوب ﷺ سے پہلے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ اسلوب دے رہے تھے اور پہلوں کی تصدیق کر رہے تھے اور بعد میں آنے والے کی بشارت دے رہے تھے آگے رسول اکرم ﷺ کو بھی ایسا کرنا چاہیے تھا۔ اگر بعد میں کوئی نبی ہوتا، ایسی آیت بھی آپ پر نازل ہونی چاہیے تھی اور ایسا خطاب آپ کا اُمت کے سامنے ہونا چاہیے تھا لیکن کسی مقام پر ایسا لفظ موجود نہیں ہے۔ اس آیت کا اسلوب ختم نبوت کی گواہی کو ثابت کر رہا ہے۔

﴿قالوا يا قومنا انا سمعنا كتابا انزل من بعد موسى مصدقا لما بين يديه يهدى الى

الحق والی طریق مستقیم ﴿(سورة الاحقاف آیت: 29)﴾ یہ ایک آیت نہیں۔ اس آیت کے مضمون کی بہت سی آیات ہیں جس میں ہے ﴿مصدقاً لما بین یدیه﴾ یہ پیغمبر پہلی کتابوں کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اگر بعد میں کوئی اللہ تعالیٰ کا پیغام آتا ہوتا تو تصدیق کے لئے اُس کو بھی شامل کیا جاتا۔ خالق کائنات جل جلالہ نے اس احتمال کو ختم کر کے ختم نبوت کے مضمون کو واضح کیا ہے۔

﴿و او وحی الیٰ ہذا القرآن لانذرکم بہ﴾ (سورة الانعام آیت: 19) اس میں انداز یہ ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ قرآن مجید کا ایسا تعارف کروا رہا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آسکتی۔ صاحب قرآن کے بعد پھر کسی کی بحیثیت نبی آنے کی مجال کیا ہو سکتی ہے؟

﴿لانذرکم بہ﴾ تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں۔ جو صحابہ سامنے موجود تھے انہیں فرمایا میں اس تک محدود نہیں رہوں گا ﴿و من بلع﴾ جہاں تک یہ قرآن قیامت تک پہنچے گا جو پڑھ کے ڈریں گے وہ میرے ڈرانے سے ڈر رہے ہوں گے۔ یہ ایک دو صدیوں کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ڈراتا رہے گا ہمیشہ کے ڈرانے کے لئے قرآن آیا ہے۔ قرآن مجید کا تعارف بحیثیت کتاب ختم نبوت کو واضح کر رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو جب کتاب ختم نبوت والی دے دی ہے۔ اس کتاب کے بعد اور کتاب کی گنجائش باقی نہیں رہی تو اس سینے کے بعد کوئی اور حامل سینہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تمام گنجائشیں ختم کر ڈالی ہیں۔

﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شہداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین﴾ (سورة البقرة آیت: 23) اگر تم کو اُس پر شک ہے جو علم اپنے عبد خاص پہ نازل کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے یا اپنی طرف سے پڑھ رہے ہیں۔ اگر اے کافروں تمہیں اس کتاب میں شک ہے تو پھر اس قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کے لے آؤ اور صرف تم ہی نہیں بلکہ اپنے حمایتی بھی ساتھ ملاؤ۔ یہ سورت تم نہیں بنا سکتے۔

یہ چیلنج جس طرح اُس وقت تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی ایسے ہی آج بھی یہ چیلنج موجود ہے۔ قرآن مجید ﴿ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا﴾ اس سے اس بات کو آج بھی بحیثیت چیلنج بیان کر رہا

ہے۔ یہ قرآن رسول اکرم ﷺ کا معجزہ ہے اور معجزہ ہوتا ہے نبوت کا۔ معجزے کی دو قسمیں ہوتی ہیں حسی اور عقلی۔ حسی معجزہ وہ ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جائے جس طرح صالح ﷺ کی اونٹنی پہاڑ سے نکل تھی لیکن قرآن معجزہ عقلی ہے۔ حسی معجزہ جب تک جس کے سامنے ہے تو معجزہ ہے غیب ہوا تو ختم ہو گیا پھر خبر باقی رہ گئی۔

معجزہ عقلی وہ ہوتا ہے جب تک عقل سلامت ہے معجزہ بھی سلامت ہے۔ حضرت صالح ﷺ کا معجزہ اونٹنی والا اور حضرت موسیٰ ﷺ کا معجزہ عصا والا محدود وقت کے لئے تھا۔ اس واسطے اُن کی نبوتیں محدود وقت کے لئے تھیں اور پھر زمانہ نبوت کا ختم ہو جاتا تھا۔

لیکن نبی ﷺ کو معجزہ دائمی دے کر اعلان کر دیا کہ اُن کا معجزہ ہمیشہ کا ہے لہذا اُن کی نبوت بھی ہمیشہ کی ہے۔ اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی حقیقت کو واضح کیا۔

﴿ان ہو الا ذکر للعالمین﴾ (سورة التکویر آیت: 26) قرآن مجید کا تعارف کروایا جا رہا ہے کہ یہ قرآن سارے جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ اس سے جامعیت بیان کر دی گئی۔ قیامت تک ہمیشہ کے لئے یہی نصیحت ہے۔ اس کے بعد اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی نبی آ سکتا ہے۔ قرآن کی اس جامعیت نے قیامت تک کے لئے جب یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہی نصیحت اور ہدایت ہے تو اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے مضمون کو بھی واضح فرما دیا ہے۔

﴿ہدیٰ للناس﴾ (سورة البقرة آیت: 185) ہم نے اس کو جمیع انسانیت کے لئے ہدایت بنایا۔ خواہ وہ پہلی صدی کے ہوں، خواہ وہ چودھویں صدی کے ہوں، خواہ بیسیویں کے ہوں، خواہ قیامت تک کے لوگ ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے ”یہ ہدایت ہے“ اب اس کے بعد کسی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ بھی ختم نبوت کا بیان ہے۔

﴿ہذا بلغ للناس﴾ (سورة ابراہیم آیت: 52) یہ قرآن جمیع انسانیت کے لئے تبلیغ ہے۔ یہ سب تک رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہے تو اس لحاظ سے بھی قرآن مجید کی جو عالمگیریت اور آفاقیت ہے اُس

نے بھی واضح کر دیا کہ اس قرآن نے گنجائش نہیں چھوڑی کہ اب کوئی اور صحیفہ اترے یا کوئی نبی ہو اُس پر وحی اترے اور لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے۔ یہ کافی ہے اور قیامت کے لئے بلاغ الناس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے اندر رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کی تمام جہات کو بیان فرمادیا ہے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید کا ہر لفظ ختم نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن مجید کا ہر لفظ ختم نبوت کو ثابت کرتا ہے۔ اس واسطے کہ ہر لفظ میرے نبی ﷺ کا معجزہ ہے یہ معجزہ عقلی ہے۔ ہر لفظ یہ دلالت کر رہا ہے کہ یہ محبوب ﷺ پر نازل ہوا اور اس کی مثل کوئی نہیں بن سکتا۔ اس کے لفظ جیسا لفظ نہیں بن سکتا۔ اس کی آیت جیسی آیت نہیں بن سکتی۔ تو یہ ہر لفظ بول رہا ہے کہ جس کی نبوت ہوتی ہے معجزہ اُسی کا ہوتا ہے اور جس کا معجزہ بول رہا ہو اس کی نبوت بھی بول رہی ہوتی ہے۔ جس کا معجزہ چمک رہا ہو اس کی نبوت بھی چمک رہی ہوتی ہے۔ جس کا معجزہ موجود ہو اُس کی نبوت کا زمانہ بھی موجود ہوتا ہے اور جس کا معجزہ بالکل شاداب ہر ابھر اور تازہ ہو اُس کی ذات کا اسلوب بھی تازہ ہوتا ہے۔

قرآن مجید کا ہر لفظ آج بھی اعجاز کے ساتھ موجود ہے اور اُس کا اعجاز باسی نہیں ہوا، ماند نہیں پڑا تو ہر لفظ ہی اپنے قرآن ہونے کے لحاظ سے نبی ﷺ کی ختم نبوت کا بیان کر رہا ہے۔

آیات کے ساتھ صرف ایک تمہید تھی اُس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں۔ ایسے ہی ڈیڑھ سو احادیث براہ راست ختم نبوت کو ثابت کرتی ہیں۔ میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کوئی محدث کہے یا اس کو کوئی مجدد کہے یا تو کوئی مہدی کہے یا کوئی مسیح کہے یا کوئی اس کو جھوٹا نبی کہے۔ یہ سارے معاملات تو بعد میں ہیں۔ کوئی نبی حب بنتا ہے جب اُس کا ایمان صحیح ہوتا ہے۔ یہ تو ایسا انسان ہے کہ اس کا اپنا ایمان ہی صحیح نہیں۔ کیا کافروں میں سے کوئی مہدی ہوتا ہے یا کافر بھی کوئی مجدد ہوتا ہے؟ کیا کافر بھی کوئی مسیح ہوتا ہے؟ کیا کافر بھی کوئی نبی ہوتا ہے؟ یہ شخص قطع نظر اس کے کہ دیگر دلائل کو دیکھا جائے بذات خود اپنے عقیدے میں نبوت کے اعلان سے پہلے بھی اپنی حیثیت کے لحاظ سے جو بیان کر رہا تھا اس کا خود ایمان ہی نہیں تھا۔ ایمان کے لحاظ سے اُس کی صورت حال کیا تھی؟

اُس کی کتاب ”کتاب البریہ“ کا صفحہ: 79 ہے۔ اس میں اُس نے اپنے آپ کو خدا بنا کے پیش کیا ہے۔ یعنی عمومی طور پر تو ہم اُس کو جھوٹا مدعی نبوت کہتے ہیں۔ وہ تو خدا بننے کے درپے تھا۔ اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ کشف میں میں نے دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اس حالت میں یہ کہہ رہا تھا ”ہم ایک نیا نظام، ایک نیا آسمان، ایک نئی زمین چاہتے ہیں، سو میں نے زمین و آسمان کو اجمالی صورت میں پیدا کر دیا۔“

یہ غلام قادیانی ہے جو اپنے آپ کو زمین و آسمان کا خالق بھی کہتا ہے اور خود کو خدا بھی کہہ رہا ہے۔ ایسا شخص انسان کہلانے کا حق دار نہیں چہ جائیکہ اس کو مسلمان کہا جاتا اور پھر مسلمان سے آگے جو عہدے ہیں، محدث، مجدد یا اس طرح کے وہ اُس کو دیے جائیں۔ یہ تو انسانیت کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہے کیونکہ کافروں کو حیوان بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ یہ تو انسان کہلانے کے قابل نہیں چہ جائیکہ اس کو آگے کوئی منصب دیا جائے۔ قادیانیت ایک ناسور ہے۔

قادیانیت سے پوچھا کفر نے ٹوکون ہے؟ کہنے لگی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں قادیانیت کفر کی سالی ہے اور اس کے ہاتھ میں آری ہے جس کا مقصد اسلام کے درخت کو کاٹنا ہے۔ اللہ انہیں ان کے مذموم مقاصد میں ناکام فرمائے اور مسلم اُمہ کو اپنی غیرت و حمیت بیدار رکھتے ہوئے ان کا پوری طرح تعاقب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



﴿واصل حق محبوب سبحانی ابو محمد سیدنا عبدالقادر جیلانی﴾

1166ء

﴿صداقت شعار﴾

1166ء

﴿جلیل القدر محی الدین﴾

561ھ

﴿سید عارف محمود مجبور رضوی﴾

محمد حفیظ
نیازی

قادی ترانہ

غازی و مجاہد ممتاز قادری سے منسوب شعر

”یا رسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر سب غلاموں کا بھلا ہو سب کریں طیبہ کی سیر“

﴿پر تضمین﴾

یا رسول تیرے چاہنے والوں کی خیر

سب غلاموں کا بھلا ہو سب کریں طیبہ کی سیر

حاضری کی آرزو ہے حاضری کی جستجو

ہو کرم موٹی تیرا تو ہم بھی دیکھیں تیرا شہر

قادری ممتاز جب سے جیل میں ہیں یوں کہو

ہم بھی رہتے جیل میں ہیں ہم نہیں ہیں کوئی غیر

کھٹیں مٹی ہیں اپنی بھی اگر تو جیل میں

ہم تصور میں ہمیشہ کر رہے ہیں جس کی سیر

مٹ گیا تاثیر جیسے اس طرح مٹ جائے گا

جو بھی ظالم رکھ رہا ہے قادری سے دل میں بیر

باغ جنت کے غلاموں کے لئے ہیں اس طرح

جس طرح تنہیم کی ہے اور کوثر کی ہے نہر

کرم کے تیرے جو منکر ہیں خسارے میں رہیں

میرے موٹی اُن پہ نازل ہو ہمیشہ تیرا قہر

ہے نیازی کی دعا قائم رہے دائم رہے

قادری بھی اور جو بھی چاہتا ہے اُس کی خیر

محافظ ناموس رسالت
غازی عبد القیوم شہید
فیوض الرحمن

رسول اللہ ﷺ کی محبت عین ایمان ہے۔ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جس شخص نے بھی ادنیٰ گستاخی کی، اسے انہوں نے معاف نہیں کیا اور اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی چھوڑا۔ لاہور کے ایک ہندو راجپال نے گستاخانہ کتاب لکھی تو اس وقت لاہور ہی کے ایک غیرت مند نوجوان غازی علم الدین آگے بڑھے اور اس ہندو کو اس کی گستاخی کا مزہ چکھا دیا۔ راجپال کو قتل کرنے کے ”جرم“ میں اس عاشق رسول ﷺ کو عدالت عالیہ سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت پر جان دے کر ابدی زندگی حاصل کر لی۔

بنا کردند خوش رستم بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

غازی علم الدین شہید ﷺ کی محبت اور زبانوں پر اس مرد مجاہد کے تذکرے عام ہیں لیکن غازی عبد القیوم کا کارنامہ عوام و خواص کی نظروں سے اوجھل ہے۔ ان کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ آج کی اس تحریر میں ہم ”غازی عبد القیوم شہید“ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

نام عبد القیوم خان

والد کا نام عبد اللہ خان

قوم پٹھان

ساکن غازی ضلع ہزارہ

تاریخ پیدائش 1911-12ء
ابتدائی زندگی و تعلیم:

غازی عبد القیوم خان کو بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کا شوق تھا۔ چھٹی جماعت پاس کر کے گاؤں کے علمائے کرام سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے۔ سکول چھوڑ کر قرآن مجید کی تعلیم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے، صوم و صلوٰۃ کی آخری وقت تک پوری پابندی کرتے رہے۔

1932ء میں ان کے والد عبد اللہ خان صاحب انتقال کر گئے۔ ان کی چھ بہنیں تھیں جو کہ اچھے گھرانوں میں بیاہی گئیں۔ ایک بھائی جو ان سے بڑے ہیں، ان کا نام ہمایوں خان ہے جو محکمہ امداد باہمی میں بحیثیت ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر کے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

جب ان کی عمر 22-21 سال کی ہوئی تو 1934ء میں ان کی شادی کرادی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد ان کو کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا، وجہ یہ تھی کہ ان کے حقیقی چچا رحمت اللہ خان وہاں پہلے سے مقیم تھے اور وکٹوریہ گاڑیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کراچی چلے گئے اور اپنے چچا کے ہاں ٹھہرے۔ وہاں بھی ان کا زیادہ تر وقت صدر کی مسجد میں تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور نوافل دیگر عبادات میں گزرتا تھا۔ اسی دوران انہوں نے مسجد میں چسپاں ایک اشتہار پڑھا، واقعات پڑھ کر ان کو جوش آگیا، دسے ہی دن بازار سے ایک چاقو خریدا اور نھورام ہندو کی آئندہ پیشی کا انتظار کرنے لگے۔

نھورام کا عبرتناک انجام:

”روزگار فقیر“ کے مؤلف فقیر سید وحید الدین صاحب اس واقعہ کی پوری تفصیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں: ”یہ 1933ء کے اوائل کا ذکر ہے، جب سندھ صوبہ بمبئی میں شامل تھا۔ ان دنوں آریہ سماج حیدر آباد (سندھ) کے سیکرٹری نھورام نے ”ہسٹری آف اسلام“ کے نام کی ایک کتاب شائع کی جس میں آقائے دو جہاں، سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں سخت دریدہ و فنی کا مظاہرہ کیا گیا۔ مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا، جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نھو

رام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ یہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ عدل و انصاف کی اس نرمی نے نھورام کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے وی ایم فیرس جوڈیشل کمشنر کے یہاں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ کمشنر کی عدالت نے اس شاتم رسول کی ضمانت منظور کر لی۔ اس سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بہت مضطرب اور فکر مند تھے کہ توہین رسول کے اس فتنے کا سد باب آخر کس طرح کیا جائے۔ ہزارہ کا رہنے والا عبد القیوم نام کا ایک نوجوان تھا جو کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ بونا مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس نے اس واقعہ کی تفصیل سنی اور یہ معلوم کر کے کہ ایک ہندو نے حضور سرور کائنات ﷺ کی توہین کی ہے اس کے غم و اضطراب اور اندوہ و ملال کی کوئی حد نہ رہی۔

ستمبر 1934ء کا واقعہ ہے کہ مقدمہ اہانت رسول ﷺ کے ملزم نھورام کی اپیل کراچی کی عدالت میں سنی جا رہی تھی۔ عدالت دو انگریز ججوں کے بیچ پر مشتمل تھی۔ عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا ہوا تھا۔ غازی عبد القیوم نہایت اطمینان سے دوسرے تماشاخیوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نھورام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نھورام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر دو بھر پورا رکیے۔

نھورام چاقو کے زخم کھا کر زور سے چیخا اور زمین پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ غازی عبد القیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کی۔ انہوں نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

انگریز جج نے ڈاکس سے اتر کر اس سے پوچھا: تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟ غازی عبد القیوم نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے، کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دو گے؟ اس ہندو نے میرے آقا اور شہنشاہ کی شان میں گستاخی کی ہے جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکی۔

غازی عبد القیوم پر مقدمہ چلا۔ اس نے اقبال جرم کیا۔ آخر کار سیشن جج نے اسے سزائے موت کا حکم سنایا۔

غازی عبد القیوم نے فیصلہ سن کر کہا: ”جج صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ یہ ایک جان کس گنتی میں ہے؟ اگر میرے پاس ایک لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو ناموس رسول ﷺ پر نچھاور کر دیتا۔“

اس فیصلے کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ دیدار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ غازی عبد القیوم کا قانونی دفاع کرنے کے لیے سامنے آ گیا۔ سید محمد اسلم بار ایٹ لاء کو عبد القیوم کی پیروی کی سعادت حاصل ہوئی، لیکن اس مرد مجاہد (عبد القیوم) نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے قانونی مشیر پر واضح کر دیا کہ میں نے ماتحت عدالت میں جو اقبالی بیان دیا ہے، اس کے خلاف کچھ کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا۔ سید محمد اسلم نے مقدمے کی تیاری جاری رکھی اور شہادتوں کے سلسلے میں علامہ محمد اقبال مولانا ظفر علی خاں جیسے ملک کے ممتاز علماء کو بطور گواہ طلب کرانے کی درخواست کی تاکہ وہ اسلامی نقطہ نظر واضح کر سکیں، لیکن عدالت نے یہ درخواست مسترد کر دی۔

مقدمہ صفائی کی ساری بنیاد اس نکتے پر رکھی گئی تھی کہ: ”یہ ایک مسلمان کا ایمان و عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناموس رسول پر حملہ کرے تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔“

اپیل کی سماعت جسٹس داد بیامہ (Dadiba Mehta) اور 9 ارکان جیوری کے سامنے شروع ہوئی۔ جیوری چھ انگریزوں، دو پارسیوں اور ایک گوانی عیسائی ممبر پر مشتمل تھی۔ عدالت کے باہر کم و بیش 25 ہزار مسلمانوں کا ایک بڑا جھوم فیصلے کا منتظر تھا۔ ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کے بعد غازی عبد القیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے صفائی کا موقف پیش کیا۔ انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ ان کی تقریر کے بعض حصے اس قدر اہم تھے کہ انہیں قانون و انصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائے گا۔

انہوں نے ”اشتعال“ کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا: ”سوال یہ نہیں ہے کہ عبد القیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبد القیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم

میں کیا ہے۔ تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ 302 کے تحت قانون نے دی رکھی ہے۔ اگر موجودہ قانون زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے یا کسی عورت کے معاملے میں قاتل کو ”اشتعال“ کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبد القیوم کے مقدمے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے۔ جب کہ ایک مسلمان کے لیے ناموس رسول پر حملے سے زیادہ اور کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہو سکتی۔“

وکیل صفائی کی تقریر کے دوران جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہوگا؟

سید محمد اسلم نے اس موقع پر جواب دیا: ”جناب والا! مسلمان، حکومت اور ہندو اکثریت کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں؟ مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہیں دی۔ اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، وہ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا۔ اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پرواہ ہے نہ پھانسی کے پھندے کی۔“

غازی عبد القیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے اقدام قتل کے لیے اشتعال کے مفہوم کی اہمیت پر جو قانونی نکتہ پیش کیا تھا، اگر وہ تسلیم کر لیا جاتا تو ناموس رسالت ﷺ پر حملہ کرنے کی مذموم تحریک ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی اور آئندہ کوئی اس جسارت کا تصور بھی نہ کر سکتا۔ لیکن عدالت عالیہ نے یہ اپیل خارج کر دی اور غازی عبد القیوم کے لیے سزائے موت بحال رہی۔

پرجوش اور مضطرب مسلمانوں کے لیے یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا۔ بالآخر فروری 1936ء میں کراچی کے مسلمانوں نے ایک وفد حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی خدمت میں لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس وفد میں مولوی ثناء اللہ، عبدالحق اور حاجی عبدالعزیز شامل تھے۔ وفد لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کونسل میں علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مقدمے کی روداد تفصیل کے ساتھ سنائی۔

اس کے بعد عرض کیا کہ آپ وائسرائے سے ملاقات کریں۔ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لائیں اور

انہیں اس پر آمادہ کریں کہ غازی عبد القیوم کی سزائے موت عمر قید میں بدل دی جائے۔ وفد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ نے سعی و توجہ فرمائی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبد القیوم کی جانب سے رحم کی اپیل حکومت ہند ضرور منظور کر لے گی۔

رحم کی اپیل پر علامہ اقبال کا جواب:

علامہ وفد کی یہ گفتگو سن کر دس بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر اور مضطرب تھے کہ دیکھیں علامہ کیا فرماتے ہیں؟ توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ ایک عاشق رسول ﷺ کا معاملہ دوسرے عاشق رسول ﷺ کے سامنے پیش ہے۔

اس سکوت کو پھر علامہ اقبال ﷺ ہی کی آواز نے توڑا۔ انہوں نے فرمایا: کیا عبد القیوم کمزور پڑ گیا ہے؟ ارکان وفد نے کہا: نہیں۔ اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور ایچ بیج کی کوئی بات کہی۔ وہ تو سرعام کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو۔

وفد کی اس گفتگو کو سن کر علامہ کا چہرہ ہلکا ہوا۔ انہوں نے برہمی کے لہجے میں فرمایا: ”جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لیے وائسرائے کی خوشامد کروں جو زندہ رہا تو غازی اور مر گیا تو شہید ہے۔“

علامہ کے لہجے میں اس قدر تیزی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔ وفد کراچی واپس ہو گیا۔

غازی عبد القیوم کو جس دن پھانسی دی گئی۔ کراچی کی تاریخ میں وہ دن مسلمانوں کے جوش و اضطراب کا یادگار دن تھا۔ دلوں میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش یہ شہادت ہمیں میسر آتی۔

لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبد القیوم کے ان واقعات کا علامہ اقبال نے بہت زیادہ اثر قبول کیا تھا اور اپنے اس قلبی تاثر کو تین شعروں میں بیان فرما دیا۔ یہ اشعار ”لاہور اور کراچی“ کے

عنوان سے ”ضرب کلیم“ میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر غازی عبد القیوم کے لیے رحم کی درخواست کے اس واقعہ کی روشنی میں ان اشعار کا مفہوم کچھ اور زیادہ ابھرتا ہے۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور

موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ

قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

آہ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں

حرف لا تدع مع اللہ الہا آخر

لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے وقت جنازہ جلوس نکالے۔ لاکھوں نے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ناموس رسول ﷺ پر اپنی جان نچھاور کرنے والے اس شہید کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ میوہ شاہ قبرستان میں ایک خاص چار دیواری کے اندر دفن کیا گیا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

غازی عبد القیوم کا خاندان:

غازی صاحب کے بڑے بھائی کے لڑکے محمد سعید واہ فیکٹری میں ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ غازی عبد القیوم کے ایک بھانجے پاکستان آرمی میں میجر ہیں جبکہ ایک دوسرے بھانجے لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حق نواز خان حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں اور اب غازی میں پریکٹس کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ بڑے دین دار، صوم و صلوة کے پابند اور متشرع ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے طفیل ہمارے اوپر بھی رحم فرمائے۔ ہمیں بھی غازی عبد القیوم خان شہید کی طرح ناموس رسالت پر مرنے والا بنائے۔



مشکوٰۃ شریف میں ترمذی وابن ماجہ سے اخذ شدہ حدیث مبارکہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ﴿فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد﴾ (ایک فقیہ (عالم) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری (سخت) ہے)۔

قارئین محترم! اس حدیث مبارکہ کے معنی و مفہوم کی وادی میں اتر جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے جال میں پھنسنے کے اعتبار سے ایک فقیہ یعنی قرآن و سنت کے احکامات پر دسترس و عبور رکھنے والا عالم بنسبت صرف ذکر و فکر میں مشغول عبادت گزار کے ہزار گنا زیادہ مشکل سے شیطانی چنگل میں آتا ہے۔ عالم قرآن و سنت سے حاصل شدہ علم کے نور کی بدولت شیطان کے حربوں کو جانتا ہے۔ اسی وجہ سے شیطان کے حربے اُس پر بآسانی کامیاب نہیں ہو پاتے جبکہ صرف عبادت میں مشغول شخص پر شیطانی وار کا فی آسان ہوتا ہے۔ اگر عابد عالم بھی ہو تو ایسے شخص سے شیطان کو سوں دور بھاگتا ہے۔

اس فضیلت کی ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ عالم قرآن و سنت کے احکامات کو عوام الناس میں منتقل کرتا ہے اور یوں اس کے محبین کا ایک حلقہ ترتیب پا جاتا ہے جبکہ عابد عام طور پر زیادہ تر عوام سے الگ تھلگ رہ کر اپنے ذکر و فکر میں مگن رہتا ہے۔ جب شیطان کی چال تنہا عابد پر کامیاب ہو جائے تو وہ فقط اس ایک عابد کو ہی صراطِ مستقیم سے ہٹانے میں کامیاب ہوتا ہے اور اگر شیطانی چال تنہا عالم پر کامیاب ہو جائے تو اس ایک عالم کے علاوہ اس کے تمام محبین بھی راہِ راست سے ہٹ جاتے ہیں۔ یعنی عابد کی گمراہی صرف ایک فرد کی گمراہی ہوتی ہے اور صرف ایک عالم کی گمراہی اپنے ساتھ ہزاروں محبین کو گمراہی کے راستے پر چلا دیتی ہے۔ اسی وجہ سے شیطان کے لیے عالم عابد کی نسبت ہزار گنا زیادہ بھاری ہے۔

اس حوالے سے اُمتِ مسلمہ کے درد مند اور ذمہ دار علماء کرام جب علم سے منسوب کسی فرد کے طرزِ عمل میں جمہور اہل اسلام سے ہٹ کر کوئی کجی یا کمی دیکھتے ہیں تو فوراً اس کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں تاکہ علم سے منسوب اس شخص کے علاوہ اس کے محبین و تلامذہ بھی کسی ایسی گہری کھائی میں نہ گر جائیں جہاں سے واپسی کا راستہ بالکل مسدود ہو جائے اور علم سے منسوب وہ شخصیت خود اہل اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف دلیل بن جائے۔

اہل علم کا شروع سے یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ علم سے منسوب اگر کوئی شخص جمہور علماء کی رائے و موقف سے ہٹ کر دائیں بائیں گفتگو کرتا ہے تو اس پر ادلہ اربعہ شرعیہ کے تحت احقاقِ حق و ابطالِ باطل کیا جاتا ہے اگر ہدایت اس کے مقدر و نصیب میں ہو تو وہ واپس جمہور کے ساتھ آ جاتا ہے وگرنہ.....

اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام ﴿معصوم عن الخطاء﴾ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ﴿محفوظ عن الخطاء﴾ ہیں۔ عقائد اہلسنت میں صحابہ کرام علیہم السلام کے بعد کوئی بھی طبقہ خطاء سے محفوظ نہیں یعنی خطاء کا صدور ممکن ہے اگر خطاء نہ ہو تو یہ الگ بات ہے۔

اس مسلمہ عقیدہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم السلام کے بعد آج تک جو طبقات ہیں ان سے خطاء ہو سکتی ہے لیکن امت کی اکثریت کبھی ناحق فیصلہ پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ جب کسی سے خطاء سرزد ہو جائے تو اس پر ڈٹ جانا اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرنا اسلام کی خدمت نہیں بلکہ اسلام میں انتشار و افتراق کا باعث بنتا ہے اور اُس خطاء سے رجوع کر لینا انسان کو علمی و روحانی بلند یوں پر پہنچاتا ہے۔ ویسے بھی مخلوق میں سب سے پہلے علم کا خمار جسے چڑھا اور اس نے اپنے علم ہی کو سب کچھ جانا وہ ”شیطان“ کہلایا جو ابداً باتک رائدہ درگاہ ہوا۔

چند سال سے ایک مسئلہ سامنے آرہا ہے جسے بیان کرنا بھی اہل محبت پر گراں گزرتا ہے۔ جمہور اہل اسلام کا روز اول سے آج تک اپنے آقا و مولا ﷺ کی نبوت کے حوالے سے یہ مسلمہ عقیدہ و موقف رہا ہے کہ ”امام الانبیاء والرسل ﷺ زمانہ بچپن سے ہی صفتِ نبوت سے متصف تھے جبکہ باذنِ الہی اعلانِ نبوت چالیس سال

کی عمر شریف میں کیا“ جبکہ اہلسنت سے منسوب فرد واحد شرف سیالوی صاحب کا علم، تحقیق اور موقف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زمانہ بچپن سے نہیں بلکہ چالیس سال کی عمر شریف سے نبوت سے متصف ہوئے۔

سیالوی صاحب نے جب جمہور علماء اسلام سے الگ تھلگ اپنا یہ موقف پیش کیا جس میں واضح انداز میں مقام مصطفیٰ ﷺ پر ضرب لگتی ہے تو اعلام علماء نے ان پر حق واضح کرنے کی بھرپور سعی کی لیکن ”مرض بڑھتا گیا بچوں بچوں دوا کی“ کے مصداق سیالوی صاحب ”میں نہ مانوں“ کی رٹ پر برقرار رہے۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ اہلسنت و جماعت میں ان کی حیثیت ”متنازع ترین“ ہو گئی ہے تو اپنے دفاع میں ایک کتاب ”تحقیقات“ تصنیف کی جو بخدا تحقیقات کم اور تلبیسات زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ کے مصداق سیالوی صاحب اس کتاب میں اپنے دفاع میں شان رسالت مآب ﷺ میں ایسے ایسے رقیق جملے کہہ گئے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

ہمارا سیالوی صاحب اور ان کے جملہ فروعات سے یہ سوال ہے کہ وہ بتائیں شان رسالت مآب ﷺ رسول اللہ کو بچپن سے نبی ماننے میں زیادہ واضح ہوتی ہے یا چالیس سال بعد ماننے میں؟

ایک سوال مزید یہ بھی ہے کہ انہوں نے کلمہ محمد رسول اللہ ﷺ کا پڑھا ہے یا سیالوی صاحب کا؟ رسول اللہ ﷺ کے منصب نبوت کا دفاع کر کے وہ اپنے ایمان کو جلا بخش سکتے ہیں یا سیالوی صاحب کے فانی منصب کا دفاع کر کے؟؟ جمہور اہل اسلام سے الگ ایک شخص پر ”شیخ الحدیث“ اور ”علامہ“ کی گردان رٹ کراؤ سے خطا سے نمبراء جان کر کس ہستی سے ٹکڑے رہے ہیں؟؟ اگر سیالوی صاحب کے خلاف انہیں کوئی بات سننا گوارہ نہیں تو رسول اللہ ﷺ کے منصب نبوت کے حوالے سے بات سننا گوارہ کیوں ہے؟ جس قدر یہ بہکی بھڑکی سیالوی صاحب کی وکالت میں مصروف ہیں اُس سے نصف قوت لگا کر سیالوی صاحب کو ہی منصب رسالت مآب ﷺ کی نزاکتیں سمجھا دیں تو پورا نزع ہی ختم ہو جائے۔

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم ز جہت بیک دگر پیوستہ ایم
ہر شخص کی عزت رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں ہے۔ جب نبی الانبیاء ﷺ کا مقام و منصب محفوظ نہیں

تو پھر کسی بھی بزم خود علامہ یا شیخ الحدیث کا مقام قطعاً محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جو جمہور اہل اسلام کے مطابق منصب نبوت و رسالت سے آشنا ہے وہ ہمارے سروں کا تاج ہے اور جو اُس کے خلاف بات کرے اگرچہ اس کی کوئی بھی ذاتی دنیاوی حیثیت و عمر ہو وہ ذرہ برابر قابل التفات نہیں۔

ہمارا سیالوی صاحب سے کہنا ہے کہ اہل اسلام کو افتراق و انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی ذات پر اور اپنے سے منسوب لوگوں پر ”رحم“ کرتے ہوئے اس صاف، سترے، اُجلے اور حق موقف کے ساتھ وابستہ ہو جائیں جو جمہور اہل اسلام کا ہے۔

وہی طرز عمل اپنائیں جس کا تقاضا آپ نے مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی چند متنازعہ عبارات کے حوالے سے کیا تھا۔ آپ اپنے ساتھ جانے والے علماء شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ﷺ، مولانا غلام محمد سیالوی اور خود اپنی آراء پڑھ کر فیصلہ کریں کہ دوسروں سے آپ کا مطالبہ کیا رہا ہے اور خود آپ کا طرز عمل کیا رہا ہے؟ (وابستگان سیالوی صاحب کو بغور مطالعہ کی درخواست ہے۔ بحوالہ: شرح صحیح مسلم ج: 6، ص: 1264)

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ﷺ فرماتے ہیں کہ ”راقم اور بعض دوسرے احباب نے مولانا سعیدی صاحب سے درخواست کی کہ ان عبارات کو حذف کر دیں یا تبدیل کر دیں۔ انہوں نے پورے شرح صدر کے ساتھ ہماری باتوں کو سننا اور ان عبارات کو حذف کر دیا یا تبدیل کر دیا۔ یہ اُن کی عالی ظرفی اور عظمت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت و جماعت کو اتحاد و یگانگت کی اہمیت و ضرورت کا صحیح ادراک عطا فرمائے۔“

مولانا غلام محمد سیالوی رقم طراز ہیں کہ ”حضرت علامہ موصوف (مولانا سعیدی) نے عالم ربانی کا کردار ادا فرماتے ہوئے ہماری درخواست کو قبول فرمانے میں نہ کسی قسم کی ضد فرمائی اور نہ ہی انانیت کا مسئلہ بنایا بلکہ وسعت قلبی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے بخوشی شرف قبولیت بخشا۔“

سیالوی صاحب خود آپ کا کہنا یہ ہے کہ ”حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے جس وسعت ظرفی اور عالی ہمت کا مظاہرہ فرمایا وہ قابل صد ستائش اور لائق صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مقربان بارگاہ قدس سے اجر جزیل اور جزائے جمیل عطا فرمائے۔“

سیالوی صاحب منصب و مقام نبوت ﷺ کو سمجھنے میں جب آپ سے چوک ہوئی تو ہر کسی کو یہ امید تھی کہ ”آپ وسعت ظرفی اور عالی ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عالم ربانی کا کردار ادا کریں گے اور مستند علماء کرام کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے کسی قسم کی ضد بازی اور اتانیت کا مظاہرہ نہیں کریں گے“ لیکن معاملہ بالکل اس کے برعکس نکلا۔

سیالوی صاحب نے از خود اپنے ہم سبق حضرت مولانا پیر محمد چشتی کو اس نزع میں حکم و منصب مقرر کر کے انہیں دستی تحریری کہ ”میں جناب کو اس معاملہ میں حکم اور فیصلہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کے فیصلہ پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ خلوص نیت سے عمل کی سعی مشکور سے دریغ نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ جناب کی مساعی جلیلہ کو بار آور فرمائے۔“ (اصل دستی تحریر کا عکس آخر میں درج ہے)

جب حضرت چشتی صاحب نے فریقین کے دلائل سنے اور پھر اس پر اپنا فیصلہ ”اہم شرعی فیصلہ“ کے عنوان سے تحریر فرمایا تو سیالوی صاحب اپنے مقرر کیے گئے منصب کے فیصلہ سے ہی منحرف ہو گئے۔ پہلے پیر چشتی صاحب کو کہا کہ ”آپ کے فیصلے پر خلوص نیت سے عمل کی سعی کروں گا“ اور جب فیصلہ اپنے خلاف دیکھا تو اپنی ہی بات سے پلٹا کھا گئے اور اپنے ہم درس و معتمد ساتھی کے اس فیصلہ کو ہی ”یکطرفہ فیصلہ“ قرار دیا گویا فیصلہ حق میں ہوتا تو ٹھیک تھا خلاف آگیا تو ”یکطرفہ“ ہو گیا۔

مولانا پیر محمد چشتی صاحب نے اپنے فیصلے میں فرمایا ”یہ کہنا کہ وہ چالیس سال سے پہلے نبی نہیں تھے“ ادب کے منافی ہونے کے ساتھ اہل اسلام کے انداز سے بھی خلاف ہوگا جس کی اجازت اسلام میں نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ یہ اُن کی عظمتِ شان کے منافی ہے اور سُو ادب کی بُو سے خالی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ جسدِ غضری کے حوالے سے عمر مبارک کے چالیس سال تک جسمانی نبوت کی بالفعل نفی کرنا، اسے موضوعِ سخن بنانا اور علمی باریکیوں سے غیر مانوس نیم خواندہ حضرات و عوام کے سامنے اسے بیان کرنا ذور کی بات ہے بلکہ ایک دن، ایک گھنٹہ اور ایک لمحہ کے لیے بھی نبی الانبیاء والمرسلین، منبع الدبوة والرسالت سے نبوت کی نفی کرنے کا تصور اسلام میں نہیں ہے۔“

4 فروری 2011ء کو تحریر کردہ مولانا پیر محمد چشتی صاحب کے اس فیصلے کو پاکستان کے طول و عرض کے اہل علم

نے خوب سراہا اور شکھ کا سانس لیا کہ اب اس مسئلہ پر حکم کا فیصلہ آ جانے کے بعد فریقین کے طرف سے مزید کسی گفتگو کی ضرورت نہیں لیکن فریق مخالف کی روایتی ہٹ دھرمی کے باعث یہ تاثر زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔

اسی مسئلہ پر 18 جنوری 2012ء بروز بدھ 9 بجے صبح اہلسنت و جماعت کی طرف سے شیخ الحدیث والتفسیر، استاذ العلماء، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صدیقی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف اور فریق مخالف کے سرخیل اشرف سیالوی صاحب کے مابین جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولا ہور میں مناظرہ طے ہوا۔ شرائط مناظرہ طے کرنے کے لیے مدعی اول یعنی اہلسنت و جماعت کی طرف سے مفتی جمیل احمد صدیقی اور مدعی ثانی یعنی اشرف سیالوی صاحب کی نمائندگی محمد اکرام اللہ نقشبندی، غلام حسن قادری، فرقان عباس قادری نے کی۔ (شرائط مناظرہ کا عکس بھی آخر میں چسپاں ہے)

18 جنوری بروز بدھ کی صبح اہلسنت کے نمائندہ اور مدعی اول استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صدیقی مقررہ وقت سے آدھ گھنٹہ قبل مقام مناظرہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہولا ہور میں معاون ساتھیوں اور کتب کے ساتھ پہنچ گئے۔

اس موقع پر اہلسنت و جماعت کے دیگر مقتدر علماء و مشائخ بھی تشریف لائے۔ ان میں سرفہرست جگر گوشہ حافظ الحدیث مناظر اسلام علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی، مجاہد اہلسنت پیر سید محمد محفوظ شاہ مشہدی، شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء علامہ حافظ خادم حسین رضوی، استاذ العلماء مناظر اسلام مولانا عبدالنواب صدیقی، استاذ العلماء علامہ مفتی محمد طیب ارشد، استاذ العلماء مفتی محمد فاروق ہندیا لوی، علامہ پیر سید ضیاء القاسمی شاہ، جگر گوشہ شیخ القرآن صاحبزادہ پیر سید ریاض الحسن شاہ چکوال، مفتی مختار احمد رضوی، علامہ سید عبدالقادر شاہ سیفی راوی ریان شریف، پیر سید ضیاء احمد شاہ وغیرہ ہیں۔

اہلسنت کے یہ نمائندہ علماء کرام و مشائخ عظام اپنے آقا و مولانا ﷺ کے مقام و منصب کا تحفظ کرنے کی خاطر 8:30 تا 11:30 تک جامعہ نعیمیہ میں موجود رہے لیکن سیالوی صاحب اپنے نمائندوں کے ذریعے از خود وقت مقرر کرنے کے باوجود میدانِ مناظرہ میں نہ آئے اور دانستہ راہ فرار اختیار کی۔ پیر محمد چشتی صاحب

کے فیصلہ کے بعد سیالوی صاحب کی یہ دوسری پسپائی تھی جو درحقیقت تاجدارِ ختم نبوت ﷺ کے اعلیٰ منصب کی حقانیت کی برہان تھی۔ یہ جمہورِ اہلسنت کے موقف کی فتح اور سیالوی صاحب کے موقف کی شکست نہیں بلکہ آقائے نامدار ﷺ کی ناموس کی فتح تھی۔

اسی ضمن میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اظہارِ تشکر اور تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کے لیے مستقبل میں فکری و عملی لائحہ عمل دینے کے لئے دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور میں 31 جنوری 2012ء بروز منگل بعد از نمازِ ظہر ”فتح مبارک کانفرنس“ کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کی صدارت عاشقِ خیر الوریؒ، نباضِ قوم، محافظ ناموس رسالت، نائبِ محدثِ اعظم حضرت مولانا الحاج ابو داؤد محمد صادق قادری رضوی کی علالت کے پیش نظر ان کے جانشین حضرت صاحبزادہ مولانا محمد داؤد رضوی نے فرمائی۔ تلاوت قرآن حکیم کی سعادت قاری محمد ندیم معلوم دارالعلوم انجمن نعمانیہ کو میسر ہوئی جبکہ بارگاہ رسالت ﷺ میں مولانا قاری محمد ہارون اور مولانا دین محمد سندھی نے نعتِ رسولِ مجبول ﷺ کا نذرانہ پیش کیا۔

اس کے بعد مناظرِ اسلام، ترجمانِ اہلسنت، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والنفیر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صدیقی صدر المدرسین جامعہ نوریہ بھکھی شریف نے خطاب فرمایا کہ آج کا یہ انتہائی مبارک اور اہم اجتماع 18 جنوری 2012ء بروز بدھ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں مسئلہ نبوت پر علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کے مناظرے سے فرار اور شکست تسلیم کرنے پر اظہارِ تشکر کے لیے منعقد کیا گیا ہے۔ اس کا اہتمام دارالعلوم انجمن نعمانیہ کی طرف سے استاذ العلماء، شیخ الحدیث والنفیر علامہ خادم حسین رضوی صاحب کی قیادت میں کیا گیا۔

اس موقع پر میں ان احباب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اس بات کا بھرپور طریقے سے اعلان بھی کرتا ہوں کہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب اور آپ کے رفقاء، معاونین، علماء کرام نے اپنا منہص اعتقادی فرض ادا کیا ہے۔

سیالوی صاحب کے نمائندوں نے ان کے حکم سے شرائط طے کیں اور طے کرنے کے بعد جب یہ محسوس کیا کہ ملت و جماعت کسی بھی دھمکی سے مرعوب ہونے والے نہیں ہیں کہ محض سابقہ علمی و جاہت اور

خدمت کی وجہ سے یہ کہہ ڈالیں گے ہم کیسے بات کریں گے۔ جب وہ معاملہ حقیقی شکل اختیار کر گیا تو اس کے اگلے روز سے ہی میرے ساتھ کوشش کی گئی کہ آپ مناظرہ کو نذاکرہ میں بدلیں یا اس کی تاریخ بدلیں۔

میں نے کہا ہمارا مناظرہ دنگا و فساد کا مناظرہ نہیں ہے بلکہ وہ مناظرہ ہے جو ”مناظرہ رشیدیہ“ میں درج ہے۔ اظہارِ حق کے لیے دلائل کا تبادلہ ہوگا اور دنیا کو معلوم ہوگا کہ حق کس طرف ہے؟ جب آپ تاریخ بدلنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے انسانی عذر چاہیے، ہم تیار ہیں۔ نتیجتاً وہ حضرات مجھ سے مایوس ہوئے تو دیگر علماء سے رابطہ کیا۔ ان سے مایوس ہوئے تو پیر سید محفوظ شاہ مشہدی سے دُور دُور کے علماء سے سفارشیں کروائیں کہ آپ مناظرہ کو منسوخ کروائیں۔ یہ اچھا نہیں ہے۔ انہوں نے دو ٹوک جواب دیا کہ اس بدعقیدگی سے رجوع کر لو مناظرہ اٹھالیں گے۔ اگر بدعقیدگی پر رہنا ہے تو ان شاء اللہ اس کو ہم منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔

الغرض میں طے شدہ وقت کے مطابق مناظرے سے قبل اپنی کتب اور معاون ساتھیوں کے ساتھ پیر سید عرفان شاہ مشہدی کی رہائش گاہ پر حاضر ہو گیا۔ مناظرہ سے ایک دن قبل ہم لاہور میں تھے۔ راوی ریان شریف میں علماء سے تبادلہ خیال بھی ہوا۔ 8:30 بجے سے 11:30 بجے تک ہم جامعہ نعیمیہ موجود رہے لیکن بقول کسی کے ”نہ یار آیانہ پیغام یار آیا“۔

جو صبح و شام دعوے کرنے والے تھے کہ ہمارے دلائل سے کوئی الجھے تو سہی تو ان کے دعوے اب زبان سے بھی ہٹ کر اندر پیٹ میں چلے گئے۔ ہم ساڑھے گیارہ بارہ بجے تک وہاں رہے لیکن مناظرہ کے لیے علامہ محمد اشرف سیالوی تشریف نہ لائے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مناظرے میں جا کر اہلسنت کے مذہب سے الجھ کر جس بے عزتی کا سامنا ہوگا اس سے گھر بیٹھے شکست تسلیم کر لینا بہتر ہے۔

اگر یہ بات نہیں ہے تو کوئی بھی نبوت کا منکر ہو جو میرے آقا ﷺ کو ولادتِ پاک سے 40 سال کے عمر مبارک تک نبی نہ مانے ہم اس کے سامنے اللہ و رسول کے دلائل پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اگر کسی کو علم کا خمار ہو تو علم کی قوت صداقت کے سامنے نہیں ٹھہرتی۔ علم وہ ہوتا ہے جو صداقت کے زوئے سے مزین ہو اسی کو علم نافع کہتے ہیں۔

محض یہ کہنا کہ عمر زیادہ ہے، علم زیادہ۔ مذہب کی صداقت کا معیار نہ عمر ہے اور نہ علم۔ اگر لمبی عمر صداقت کا معیار بن جائے تو ایک ایسا بھی ہے جس کی عمر بہت زیادہ ہے۔ اگر وہ کہہ دے کہ میری عمر کا سامنے لاؤ تو ہم کہاں سے لائیں؟

مذہب کی بنیادِ اِدلہ شرعیہ اربعہ ہیں۔ قرآن و سنت کے دلائل ہیں اور میں علماء اعلام کی موجودگی میں اپنے رب اور آقا ﷺ کو جانتے ہوئے مانتے ہوئے یہ عرض کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر اہلسنت کے دلائل ہیں۔ اہلسنت کا جو عقیدہ و موقف ہے مشرق اور مغرب تک بھی کوشش کر لیں ان دلائل کا جواب نہیں ہے۔ یہ قرآن و سنت کے دلائل ہیں۔

اس کے بعد مفتی جمیل احمد صاحب نے قرآن کریم، احادیث نبویہ، ائمہ محدثین، ائمہ کلام اور امت کے علمائے اعلام کے فیصلے اہلسنت کے موقف کی حمایت میں بطور دلیل پیش کیے اور کئی ادھام و اعتراضات کا رد کیا۔ مفتی صاحب نے مزید فرمایا کہ اکابر امت کے اقوال کو من گھڑت دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اہلسنت کے اکابر میں سے کسی کا یہ قول نہیں کہ حضور ﷺ چالیس سال سے قبل نبی نہیں۔

آخر میں مفتی صاحب نے سیالوی صاحب کو دعوت رجوع دینے کے بعد کہا الحمد للہ! اگر کوئی انکار نبوت کے حوالے سے اپنی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہو تو یہ علماء حق اہلسنت بھی حاضر ہیں اور ان کا خادم میں بھی حاضر ہوں۔ ان شاء اللہ

مفتی جمیل صاحب کے بیان کے بعد ان کی دستار بندی کی گئی اور اعزازِ ازی شیلڈ سے نوازا گیا۔ آخر میں محافظ ناموس رسالت، ضیغ اسلام، سرمایہ اہل حق، مناظر اسلام، ترجمان فکر رضا حضرت علامہ میر سید محمد عرفان شاہ مشہدی موسوی ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کا خصوصی خطاب ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا اہلسنت و جماعت کی تاریخی درس گاہ جامعہ نعمانیہ میں تحفہ مقام مصطفیٰ ﷺ کے سلسلہ میں 18 جنوری کے طے شدہ مناظرہ کے نتیجہ پر کہ وہاں دوسرا فریق معاہدہ کے باوجود نہیں آیا اور عاجز رہا، اس پر اظہار تشکر کے لیے استاذ العلماء والفصلاء رئیس الجاہدین، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ حافظ

خادم حسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے اس کانفرنس کا اہتمام کیا اور مجھے بھی شرکت کا حکم فرمایا۔

اہلسنت و جماعت کے سب لوگوں کو 18 جنوری کے اس واقعہ پر مبارک باد کہنے کے لیے میں بھی حاضر ہوں۔ حضرت مفتی جمیل احمد صدیقی صاحب نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی نبوت کے بچپن سے لے کر چالیس سال تک جن لوگوں نے انکار کیا اس کے ثبوت کے لیے جب انہوں نے عزم کیا تو ہماری خوشی یقیناً یہی تھی کہ کوئی بھی سنی عالم دین اس ڈیوٹی کے لیے اپنے آپ کو پیش کرے۔ یہ ان کا نصیب ہے کہ اللہ نے پورے ملک میں انہیں یہ اعزاز بخشا کہ وہ اپنے آقا و مولا ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں مع دلائل میدان میں تشریف لائے۔ ہم صمیم قلب سے انہیں سلام پیش کرتے ہیں۔

(فریق مخالف کے) اس مسئلہ کی کوئی بھی تاریخ، کوئی بھی ڈانڈ اہلسنت کے عقائد سے نہیں ملتا، نہ اس کا ہماری تاریخ یا عقیدہ سے کوئی تعلق ہے۔ اگر کوئی ایسی بات کہتا ہے تو اس سے نبی پاک ﷺ کی شان اقدس میں استخفاف ہوتا ہے، ہلکی لگتی ہے، مقام خفیف ہوتا ہے۔ جس عقیدے یا جس بات کے اظہار میں نبی کریم ﷺ کی شان میں کمی آتی ہو، استخفاف ہوتا ہو، ایسی بات کہنا بھی کبھی علماء اہلسنت نے سوچا نہیں۔ ہمیشہ وہی بات کرتے ہیں جس سے اللہ کے حبیب ﷺ کی شان زیادہ کھل کر اور بلندی سے سامنے آتی ہے۔

وہابیہ اور دیانہ میں بہت سے لوگوں نے دبے لفظوں میں یہ باتیں کیں۔ زیادہ کھل کر مودودی نے ”رسائل و مسائل“ میں اسی بات کو چھیڑا، کئی صفحات پر لکھا اور واضح لفظوں میں لکھا کہ (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ کو تو کوئی پتہ نہیں تھا، بالکل ان کے شعور میں نہیں تھا اور انہیں کوئی توقع نہیں تھی کہ میں نبی ہونے والا ہوں۔ مودودی نے اس بات کو پوری ڈھٹائی سے بیان کیا۔

مولانا (سیالوی صاحب) نے جو بات کی، ہم پر زیادتی کی کہ بالکل وہی عقیدہ لکھ دیا جو پہلے مودودی نے لکھا ہے۔

کیوں کہ ابھی تک علماء کا کوئی فتویٰ نہیں آیا اس لیے میں ادب کا لفظ (مولانا) بولتا ہوں۔ مجھے احترام ہے اس بات کا کہ علم کلام کی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ تھانوی کی بھی جب تک اعلیٰ حضرت نے

تکفیر نہیں کی تو اس سے پہلے جو خط لکھتے تھے مولانا لکھتے تھے۔ اس کا بھی ایک خاص انداز ہوتا ہے۔ مجھے انتظار ہے کہ ہمارا کوئی بزرگ فتویٰ دے اور ہم مولانا کہنا چھوڑ دیں۔ تھانوی کو لکھے گئے خط دیکھنے ہوں تو مکتوبات اعلیٰ حضرت کو اٹھا کر دیکھیں کہ تکفیر سے قبل جو خط لکھے تھے اس میں اسلام علیکم بھی لکھتے تھے اور مولانا بھی لکھتے تھے۔ جس وقت تکفیر ہو گئی پھر اس کے لیے مسلمانوں والے آداب چھوڑ دیے۔ اس ماحول میں بھی تطہیر عقیدہ اور تطہیر عمل کے لیے جامعہ نعمانیہ کام کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وہی بہاریں لوٹائے جو ابتداء میں تھیں۔ ماشاء اللہ وہ بہاریں آرہی ہیں۔ مولانا خادم حسین صاحب سند ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے جہاں ہوں گے طلباء کا ہجوم ہوگا، عاشقانِ مصطفیٰ کا ہجوم ہوگا۔ ہم اُن سے بے حد محبت کرتے ہیں۔

مولانا صحت مند لوگوں کے لیے ہر وقت دلیل ہیں۔ اگر معذوری کو دلیل بنا کر آیات پڑھنا چاہیں کہ میں نے کام اس لیے چھوڑا کہ قرآن کہتا ہے ﴿لَیْسَ عَلَی الْمَرِیضِ حَرَجٌ﴾ تو یہ پڑھ سکتے۔ وہ مریض ہیں لیکن صحت مند سنیوں کو بتا رہے ہیں کہ کام کی ضرورت ہے۔ ہم نے تو مرض کو بھی بہانہ نہیں بنایا۔ مولانا ہمیں برا ہیجنتہ کر رہے ہیں، تنبیہ کر رہے ہیں کہ صحت مند و اشرم کرو کیا کر رہے ہو؟ کام کی ضرورت ہے کام کرو۔

منطقی فلسفی کہتے ہیں کہ ہم معقولات کو بہت جانتے ہیں۔ ہماری گرد راہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ یہی تو بتانے والے نے بتا دیا کہ یوعلیٰ سینا نے منطق و فلسفہ میں کمال پایا مگر یقین سے خالی رہا۔

یوعلیٰ اندر غبار ناقہ گم

شیخ زوی پردہ محمل گرفت

عشق نے جا کر منزل پالی اور معقولات غبار راہ میں ہی گم ہو کر مر گئے۔ ایسی منطق، ایسا فلسفہ جو ہمیں حضور ﷺ کی شان پر مرتنے سے روکے اُسے آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں ایسی منطق نہیں چاہیے جو حبیب ﷺ سے تعلق میں عارے آئے۔ ہمیں منطق و فلسفہ حضور ﷺ کے تابع چاہیے۔

میرے استاذ، استاذِ اکل حضرت مولانا نواز نقشبندی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یوعلیٰ سینا کی (کتاب) شفاء بے شفاء ہے۔ (کتاب) شفاء، شفاء والی وہ ہے جو قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔ فرمایا نام تو اس (یوعلیٰ سینا) نے بھی شفاء رکھا ہے لیکن اس کی شفاء بے شفاء ہے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے حاضرین کی جانب سے بھیجے گئے چند رقعوں کے جوابات دیے۔ ایک سوال یہ بھی تھا کہ مناظرہ میں مقابلے کے بغیر فتح کیسی؟ حضرت شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مناظرہ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ مناظرہ طے کر کے جو نہ پہنچے اسے فتح بلیغ اور فتح مبین کہتے ہیں۔ غازی اسلام غازی ملک ممتاز حسین قادری کے بارے میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا اگر آپ متحد رہے تو ان شاء اللہ ملک ممتاز حسین قادری باعزت رہا ہوں گے۔ میری دعا ہے کہ کوئی سازش نہ ہو۔ غازی صاحب کے ارد گرد جو لوگ ہیں میں ان کے لیے یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اب گورنمنٹ کی یہ سازش بھی ہوگی کہ وہ اپنے کسی معاہدے کے تحت ممکن ہے رہائی دلوائے۔ اس طرح وہ انہیں گندہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ کسی معاہدے کے تحت اُن کو رہا بھی نہیں ہونا چاہیے۔ صرف قرآن و سنت کے فیصلے کے مطابق انہیں رہائی دینی چاہیے۔ یہی باعزت رہائی ہے۔

آخر میں حضرت شاہ صاحب نے تمام حاضرین سے علماء اہلسنت کی حفاظت کے لیے حلف لیا نیز سب نے عہد کیا کہ ہم حق کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کریں گے، ناموس رسالت ﷺ کے لیے انھیں گے اور عظمت رسول ﷺ کے لیے جانوں کی قربانی پیش کریں گے۔

اس خصوصی خطاب کے بعد حضرت پیر سید عرفان شاہ صاحب نے اختتامی دعا کروائی جس میں غازی ملک ممتاز حسین قادری کے لیے خصوصی دعا کی گئی اور یوں بفضل تعالیٰ یہ ”فتح مبارک کانفرنس“ بخیر و عافیت اختتام کو پہنچی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی غلامی میں قبول فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم الانبیاء والمرسلین

شیخ الحدیث والتفسیر و مہتمم اعلیٰ

دارالعلوم جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام

048-3724695, 0300-8708512 کالج روضہ سرگودھا قانون

موبائل: 0302-8702505

البر الحسان في الشرف سياتي

خطیب اعظم جامع مسجد پرانی عید گاہ

جھنگ صدر فون: 047-7612661

حوالہ نمبر۔

تاریخ

[illegible][illegible]

الافق البوالخنا محمد رفيع السلامي

۲۴ من القدر

☆ لا الہ الا اللہ کو بھجانا ہے ☆ تو غازی ممتاز کو چھڑوانا ہے (ایک مجذوبہ کی پکار)

کافی سرائے مدنی لکھ

منظره ما سبز علی الدوام است و فصل بهار و خرداد ماه از آن شهرت دارد

و انچه در مشرب افرواردی افسوس نامه سال

قسط 18-2
2012ء 2.99 روپیہ
جلد نمبر 1
جلد اول

۱۰۰ عیار دله دل ۱۰۰ ادم اربعه مریضه

دیر آداب و خراز طر - مدعی اهل مفتی قریب الحکم و دینی در مدعی قاضی

الحمد لله رب العالمين

وزارت امور خارجه

[illegible][illegible]

فراوانی و بسند و منظر و مدافع و غیره و غیره و غیره

[illegible]

و من بعد من انوار غفرته الشريفة

در خط میانی

محمد ابراهيم الالفندي

25-12-2011

دعوتی خیر لقا

حضرت محمد بن علی (علیه السلام) از نوادگان ائمه اطهار (علیهم السلام) است

و وصف ثبوت هم در حرف نهم و در السین سوال را
در الف مدرسه اعلا و در ثبوت نهم

$\frac{1}{2} = \frac{1}{2}$

☆ لا الہ الا اللہ کو بیٹاتا ہے ☆ تو غازی ممتاز کو چھڑوانا ہے (ایک مہذب کی ہمار)

اعراس مبارکہ ماہ ربیع الثانی

محمد اقبال
قادی

1 ربیع الثانی کے حضرت امام ابو بکر بنی ہاشمی، حضرت پیر عبدالرحمن تابعی ہاشمی (جھنگ)

2 ربیع الثانی کے حضرت شاہ اکرم چشتی

3 ربیع الثانی کے ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب علیہا السلام، حضرت خواجہ حبیب عجمی (بغداد)

4 ربیع الثانی کے حضرت شاہ عبداللطیف امام بری، حضرت سید جمال شاہ لاہوری

5 ربیع الثانی کے حضرت ابراہیم ایرجی، حضرت خواجہ غلام فرید

6 ربیع الثانی کے حضرت شیخ عبدالکبیر پانی پتی، حضرت سید محمود حسین شاہ

7 ربیع الثانی کے حضرت امام مالک بن انس، حضرت جن شاہ بخاری

8 ربیع الثانی کے حضرت شاہ رکن عالم، حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، حضرت شیخ عبدالحی چشتی

9 ربیع الثانی کے حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی

10 ربیع الثانی کے حضرت زندہ پیر گھمکول شریف کوہاٹ، حضرت سید دادامیاں (میوہ شاہ قبرستان کراچی)

11 ربیع الثانی کے غوث اعظم، امام الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

12 ربیع الثانی کے حضرت شیخ عبداللہ برقی، حضرت شاہ جمال اللہ نوشاہی، حضرت شیخ محی الدین ابن عربی

13 ربیع الثانی کے حضرت خواجہ غلام محمد تونسوی، حضرت ابوسالم شاذلی

14 ربیع الثانی کے حضرت خضر رومی، حضرت شاہ شمس سبزواری، حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی شامی

15 ربیع الثانی کے حضرت مصطفیٰ، حضرت حیدر حسن میاں برکاتی، حضرت میاں موج دریا بخاری

16 ربیع الثانی کے حضرت حاجی علی بابا بمبئی

17 ربیع الثانی کے حضرت محمد شاہ دولہا سبزواری، حضرت علامہ عبدالصطفیٰ الازہری

18 ربیع الثانی کے حضرت قاضی صدر الدین ہزاروی، حضرت ابوالقاسم قصوری، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ

نظام الدین دہلوی

19 ربیع الثانی کے حضرت خواجہ عبداللہ انصاری، حضرت سید حیدر شاہ جیلانی، حضرت شیخ نصر الدین غنی

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی، حضرت شاہ محمد سلیمان رضا چشتی

20 ربیع الثانی کے حضرت شاہ حمید ابدال

21 ربیع الثانی کے حضرت شیخ محبت اللہ چشتی صابری، حضرت علامہ محمد امین بن عابدین شامی

22 ربیع الثانی کے حضرت شیخ مخدوم احمد گجراتی

23 ربیع الثانی کے حضرت شیخ مجد الدین بغدادی

24 ربیع الثانی کے حضرت الحاج میاں محمد امین، شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی، حضرت صوفی ایاز خان نیازی

25 ربیع الثانی کے حضرت قطب عالم شاہ بخاری، حضرت پیر حسن کوثر بابا

26 ربیع الثانی کے حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی، حضرت سید حیدر شاہ جیلانی، حضرت سید ظہیر احمد زیدی

27 ربیع الثانی کے حضرت ابوسعید اعرابی، حضرت خواجہ داؤد طائی، حضرت غازی علم الدین شہید

28 ربیع الثانی کے حضرت مولانا شاہ اجل میاں سنہلی

29 ربیع الثانی کے حضرت شیخ شاہ جمال الدین

30 ربیع الثانی کے حضرت شیخ جمال الدین خرقانی، حضرت سید نور الحسن شاہ بادشاہ (لاہور)

19 مارچ کے حضرت غازی عبدالقیوم شہید

﴿رحمة الله عليهم اجمعين﴾





موجودہ تبصرہ مروج ”تبصرہ کتب“ سے قدرے جدا ہے کیونکہ اس کتابی سلسلہ کی بیش بہا اہمیت و افادیت جامع تبصرہ کی متقاضی تھی لہذا جامع تبصرہ حاضر خدمت ہے۔
نام کتاب: عبقریہ منہج النبوة (جلد اول)

ترتیب و کاوش: شاہین ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد امین قادری
سن اشاعت: 2005ء/ 1426ھ صفحات: 686 ٹائٹل: دیدہ زیب

کاغذ: سفید کمپوزنگ: معیاری قیمت: 250

ناشر: ادارہ تحفظ عقائد اسلامیہ، آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ کراچی۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد برطانوی سامراج نے جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں سے عشق رسالت مآب ﷺ کا ابدی سرمایہ چھیننے کی ناپاک سعی کی تو اپنے کئی ایجنٹ مسلمانوں میں پیدا کیے۔ ان میں سرفہرست دجال قادیاں مرزا غلام قادیانی تھا جو غیر مقلدیت کی آغوش میں پلا بڑھا تھا۔ جوں ہی دجال قادیاں مرزا قادیانی نے پر پڑے نکالنے شروع کیے، فتنہ مرزائیت و قادیانیت کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کے دین و ایمان پر حملہ آور ہوا اسی وقت سے اکابر اہلسنت اس لعین کے مقابلے میں خم ٹھونک کر میدانِ عمل میں نکلے اور ہر محاذ پر اپنے آقا و مولا ﷺ کی ناموس کا دفاع کیا۔

الحمد للہ! یہ اعزاز و انعام بھی اہلسنت کے سر ہے کہ روز اول سے فتنہ مرزائیت / قادیانیت کی بیخ کنی عظیم سنی عالم دین حضرت مولانا مفتی غلام دہگیر قصوری نقشبندی ﷺ نے فرمائی اور پاکستان میں آئینی طور پر اس فتنے کو شہزادہ خلیفہ اعلیٰ حضرت، قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرتدہ نے

انجام تک پہنچایا۔ قائد اہلسنت علامہ نورانی ﷺ کے وصال کے بعد آج بھی اہلسنت و جماعت، تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے اس محاذ پر مکمل استقامت سے قائم اور قاندانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

1882ء میں دجال قادیاں مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ”براہین احمدیہ“ کی تیسری جلد شائع کی جس میں ملفوف انداز میں اپنا اصل مقصد و مدعا بیان کیا۔ اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی اکابر اہلسنت چوکنے اور مناظر اسلام، مصنف کتب کثیرہ، حضرت مولانا غلام دہگیر قصوری نقشبندی ﷺ نے اولین رد فرماتے ہوئے 1883ء 1301ھ میں اپنی کتاب ”تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ“ شائع فرمائی جس میں حضرت قصوری ﷺ نے دجال قادیاں مرزا قادیانی کے دجل و فریب اور اسلام دشمنی کو اہل نظر کے سامنے واضح کر دیا۔ 1302ھ یعنی ایک سال بعد تک حضرت قصوری ﷺ خط و کتابت اور اشتہارات کے ذریعے دجال قادیاں کو دامن اسلام سے دوبارہ وابستہ ہونے کی دعوت دیتے ہوئے اتمام حجت کرتے رہے لیکن وہ باز نہ آیا۔

جب مرزا اپنی ہٹ پر قائم رہا تو حضرت قصوری ﷺ نے 1303ھ میں اپنی اسی کتاب کی عربی تلخیص کر کے علماء حرمین شریفین کی خدمت میں بھیج کر فتویٰ طلب کیا۔ 1305ھ میں جب فتویٰ موصول ہوا تو مکہ مکرمہ سے عظیم سنی عالم دین، شیخ الاسلام، فاتح عیسائیت حضرت علامہ رحمت اللہ کیرانوی ﷺ نے مرزا دجال کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور مکہ مکرمہ کے چاروں مفتیان کرام اور مدینہ منورہ کے حنفی و شافعی مفتیان عظام نے علامہ قصوری ﷺ کی تحقیقات کی تائید و تصدیق فرمائی۔

مکہ مکرمہ کے حنبلی مفتی شیخ خلف بن ابراہیم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ”بیشک یہ قادیانی مسیلہ کذاب ثانی ہے“۔ معلوم ہوا کہ دجال قادیاں کے بارے میں حضرت قصوری ﷺ کی تحریر نہ صرف عجم کے مسلمانوں کے لیے احقاقِ حق کا سبب بنی بلکہ عرب شیوخ بھی اسی کتاب کی عربی تلخیص بنام ”رجم الشیاطین بردا اغلوطات البراہین“ کے ذریعہ فتنہ قادیانیت کی سنگینی سے واقف ہوئے۔ دجال قادیاں مرزا قادیانی کو بھی اپنے خلاف حضرت قصوری ﷺ کے اس ایمانی آپریشن سے بڑی تکلیف تھی۔ چنانچہ مرزا قادیانی اپنی کتاب ”حقیقۃ الوحی“ ص: ۲۵۹ میں لکھتا ہے کہ ”مولوی غلام دہگیر قصوری وہ بزرگ تھے جنہوں نے

میرے کفر کے لیے مکہ معظمہ سے کفر کے فتوے منگوائے تھے۔

قارئین محترم! تمہید کچھ طویل ہوگئی لیکن اسے بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے کہ فتنہ قادیانیت کے خلاف عملی طور پر سب سے پہلے کون سرگرم ہوا؟ محترم قارئین! جھوٹ کے حوالے سے معروف ہے کہ اس کے پاؤں نہیں ہوتے۔ یوں ہی ایک اور مقولہ ہے کہ جھوٹ کو اس کثرت سے عام کیا جائے کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے۔ اپنے تبصرہ و تعارف کی مناسبت سے مثال پیش کروں تو احتساب قادیانیت ج: ۱۰ ص: ۳۳۹ پر معروف دیوبندی مولوی اللہ وسایا کا کہنا ہے کہ ”مرزا قادیانی کے فتنے سے قبل از وقت نورایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب العزت نے اس فتنے کے خلاف متوجہ کیا۔“

اب ایک نظر اکابر دیوبند کا ”نورایمانی“ بھی ملاحظہ فرمائیں ● مدرسہ دیوبند کے سرپرست رشید گنگوہی ایک عرصہ تک دجال قادیاں مرزا قادیانی کو ”مرد صالح“ قرار دیتے رہے۔ حتیٰ کہ کتاب ”فتاویٰ قادریہ“ 1901ء میں شائع ہوئی جو علماء لدھیانہ کی تصنیف ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رشید گنگوہی 1901ء تک مرزا قادیانی کے متعلق لوگوں کی کیفیت میں رہے۔ ● مدرسہ دیوبند کے نام نہاد بانی قاسم نانوتوی نے ہی اپنی متنازعہ ترین کتاب ”تخذیر الناس“ میں دجال قادیاں مرزا قادیانی کو دعویٰ نبوت کرنے کے لیے ابتدائی سیڑھی مہیا کی۔ ● دیوبند کے پہلے صدر مدرس یعقوب نانوتوی بھی 1901ء تک مرزا کی تکفیر کے حوالے سے تذبذب میں رہے۔ ● دیوبند کے پہلے مفتی عزیز الرحمنؒ مرزا دجال کی موت کے کم از کم تین سال بعد یعنی 1911ء تک مرزا کی کفریہ عبارات میں بسبب کسی تاویل کے مرزا کو کافر نہ کہنے والے شخص کی تکفیر میں کف لسان کرتے رہے۔ ● دیوبند کے امام الہند ابوالکلام آزاد 1908ء میں دجال قادیاں کے جنازے کے ساتھ گئے۔ ● دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دجال قادیاں کی کتب سے عبارات من وعن اپنی کتابوں میں چرچا کر ذکر کرتے گئے۔ بلکہ اشرف علی تھانوی کا کہنا تھا کہ ”توحید میں ہمارا ان (قادیانیوں) کا کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں۔ بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہیے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے یہ تو ضروری نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو۔“ ● انہیں تھانوی صاحب کے خلیفہ عبد

الماجد دریا آبادی اور خواجہ حسن نظامی قادیانیوں کے لیے نرم گوشہ اور ان سے یارا نہ رکھتے تھے۔

قارئین محترم! یہ ہے اکابر دیوبند کے ”نورایمانی“ کی حقیقت۔

نجدی غیر مقلد ٹولے کی حقیقت جاننے کے لیے ان کے شیخ اکل محمد حسین بٹالوی کی مثال ہی کافی ہے جو مرزا قادیانی کی پہلی کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت 1880ء سے 1891ء تک عبارات مرزا کی تاویلات پیش کرتے رہے اور مرزا دجال کا دفاع کرتے ہوئے اپنا یارا نہ بھاتے رہے۔

اس دیوبندی مرزائی گٹھ جوڑ یا نجدی مرزائی گٹھ جوڑ کو بعض لوگ اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ”ہمارے بزرگوں نے مرزا کی فوری تکفیر اس لیے نہیں کی کہ وہ تکفیر کے معاملے میں بڑے محتاط تھے۔ کسی بھی متلاشی حق کو اگر ان کی ”احتیاط“ کے جلونے دیکھنے ہوں تو وہ ان کے فتاویٰ کی کتب کو ضرور دیکھے جن میں بات بات پر اہلسنت و جماعت پر شرک، کفر اور بدعت وغیرہ کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً میلاد منانا اور اس کے لیے جلوس نکالنا دیوبندی و نجدی دونوں ٹولوں کے نزدیک ناجائز و بدعت اور حرام ہے۔ دیوبندیوں کے نزدیک دنیا کے کسی بھی کونے میں 12 ربیع الاول شریف کو میلاد کا جلوس نکالنا جائز نہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ پھر آپ ہی کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیٹے عطاء المسیح شاہ بخاری چناب نگر میں 12 ربیع الاول شریف کو سالہا سال سے جو جلوس نکال رہے ہیں وہ کیسے جائز ہو جاتا ہے؟

نجدی ٹولے کے نزدیک میلاد کا دن منانا اور جلوس نکالنا جائز نہیں۔ اللہ رب العزت کی قدرت کہ اس سال 5 فروری کو یوم ولادت باسعادت 12 ربیع الاول شریف اور یوم کشمیر ایک ہی دن تھے۔ میلاد شریف کے دن کو نہ ماننے والے خود کشمیر کے دن کو مان رہے تھے اور میلاد شریف کے جلوس کو بدعت، ناجائز کہنے والے خود کشمیر کے لیے مال روڈ لاہور پر جلوس نکالے کھڑے تھے۔ یہی ان لوگوں کی ازنی منافقت اور دورگی ہے۔

بہر کیف جس طرح دین اسلام روز روشن کی طرح واضح ہے یونہی اہل حق اہلسنت و جماعت کے عقائد و افعال، اعمال سب روز روشن کی طرح واضح اور منافقت سے پاک ہیں۔

مولانا قسوری ؒ نے جس وقت مرزائیت نامی سانپ کا سر کچلا، وہ بہت پر آشوب دور تھا۔ کہیں

دیوبندیّت، کہیں غیر مقلدیت، کہیں نیچریت پھن پھیلائے مسلمانوں کی راہ میں حائل تھی۔ اس کے علاوہ پادری بھی اپنی شرارتوں میں خوب مگن تھے۔ ہر طرف سے اہل ایمان کے عقائد پر حملہ ہو رہا تھا۔ ان حالات میں ہمارے اکابر نے اپنی اپنی بساط کے مطابق عقائد باطلہ کا ڈٹ کر مقابلہ اور دین اسلام کا دفاع کیا۔ علماء کرام نے تحریر و تقریر کے ذریعے دفاع کا محاذ سنبھالا، مشائخ کرام و پیرانِ عظام نے خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کی، مجاہدین اسلام نے اپنے جسم و جان کو دفاع اسلام کے لیے وقف کیا اور یوں آج اسلام اپنی تمام تر تابناکی و عروج کے ساتھ ہم تک پہنچا۔

دفاع ایمان کی اس چمکھی لڑائی میں ہمارا بہت سا ایسا علمی سرمایہ جو ہر وقت ہمارے پیش نظر رہنا چاہیے تھا نظروں سے اوجھل ہوتا گیا یہاں تک کہ کئی نادر و نایاب مخطوطات، قلمی نسخے اور شائع شدہ کتابیں عوام کی پہنچ سے نکل کر خواص تک یا خواص سے نکل کر اداروں تک یا اداروں سے نکل کر کتب خانوں تک پہنچ گئیں۔ یوں جوں جوں زمانہ کا بعد ہوتا گیا نئے نئے فتنوں کے خلاف کتابیں منظر عام پر آتی گئیں اور اپنی تمام تر افادیت و اہمیت کے باوجود ہر ادنیٰ کتابوں سے رشتہ کمزور ہوتا گیا۔

کچھ یہی طرز عمل دفاع ختم نبوت اور درمزاہیت کے ضمن میں اکابر اہلسنت کی کتابوں کے ساتھ ہوا ہے۔ ہمارے اکابر نے فتنہ مرزاہیت کی ابتداء میں جو قلمی جہاد کیا تھا وہ ہماری نظروں سے کافی حد تک اوجھل ہو چکا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر عطا کرے مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی معاون ٹیم کو کہ انہوں نے پوشیدہ ہونے والے انمول موتیوں کو پھر سے اہلسنت و جماعت کی گود میں ڈال دیا ہے۔

الحمد للہ اہلسنت و جماعت میں ہر دور میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے چندہ افراد کو پیدا کرتا ہے جن سے ایک دو افراد نہیں بلکہ خلق کثیر مستفید ہوتی ہے۔ بارگاہ الہی کے ان مقبول و منتخب افراد کی دینی خدمات دیکھتے ہوئے فرد نہیں ادارے کا گمان ہوتا ہے۔ اسی طرح کے ایک فرد کے رُوپ میں ادارے، تنظیم اور تحریک کا نام ”شاہین ختم نبوت مولانا مفتی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ“ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کے لیے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے منفرد اور گرانقدر خدمات لی۔ ﴿جاری ہے﴾

بزم اطفال

محکم دلائل
پر مبنی حقائق

☆ ولی کے کہتے ہیں؟

● اللہ تعالیٰ کے وہ خاص ایمان والے مسلمان بندے جو اللہ و رسول کی محبت میں اپنی خواہشات کو فدا کر دیتے ہیں اور ہمیشہ خدا اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں، اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔

☆ ولایت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

● ولایت یعنی خدا کا مقرب اور مقبول بندہ ہونا محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے کہ اللہ عز و جل اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے فضل و کرم سے عطا یہ فرماتا ہے۔ ہاں عبادت و ریاضت کبھی کبھی اس کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

☆ کیا بے علم آدمی بھی ولی ہو سکتا ہے؟

● نہیں ولایت بے علم کو نہیں ملتی۔ ولی کے لیے علم ضروری ہے خواہ بطور ظاہر وہ علم حاصل کرے یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے اور وہ عالم ہو جائے۔ علم کے بغیر آدمی ولی نہیں ہو سکتا۔

☆ بے شرعی آدمی کو ولی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

● جب تک عقل سلامت ہے کوئی ولی کیسے ہی بڑے مرتبہ کا ہوا احکام شریعت کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا اور جو خود کو شریعت سے آزاد سمجھے ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ گمراہ ہے۔ ہاں آدمی مجذوب ہو جائے اور اس کی عقل زائل ہو جائے تو اس سے شریعت کا قلم اٹھ جاتا ہے مگر یہ بھی سمجھ لو کہ جو اس قسم کا ہوگا وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔

☆ اولیاء اللہ کی خصوصیت کیا ہے؟

● اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت بڑی طاقت دی ہے۔

ان سے عجیب و غریب کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ان کی دعاؤں سے خلق خدا فائدہ اٹھاتی ہے۔ ان کی محبت دین و دنیا کی سعادت اور خدائے تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔ ان کے مزارات پر حاضری مسلمان کے لیے سعادت اور باعث برکت ہے۔ ان کے عرسوں میں شرکت سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

☆ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟

● اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جسے استمداد اور استعانت کہتے ہیں بلاشبہ جائز ہے۔ یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں چاہے وہ کسی بھی جائز لفظ کے ساتھ ہو ان کو دُور و نزدیک سے پکارنا سلف صالحین کا طریقہ ہے۔ ☆ اولیاء اللہ کی نذر و نیاز جائز ہے یا نہیں؟

● اولیاء اللہ کو جو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اسے براہِ ادب ”نذر و نیاز“ کہتے ہیں جیسے بادشاہ کو نذریں دی جاتی ہیں۔ ایصالِ ثواب یعنی خیر خیرات، تلاوتِ قرآن شریف، ذکر الہی، قرأتِ درود شریف وغیرہ یقیناً جائز بلکہ مستحب ہیں۔ صحیح احادیث سے یہ امور ثابت ہیں۔ اسی لیے زمانہ قدیم سے یہ فاتحہ مسلمانوں میں رائج ہے اور ان میں خصوصاً گیارہویں شریف کی فاتحہ نہایت عظیم برکت کی چیز ہے۔ گیارہویں شریف حضورِ غوثِ پاک ﷺ کی نیاز کو کہتے ہیں۔

☆ جو لوگ اولیاء اللہ کی نذر و نیاز سے روکتے ہیں وہ کیسے ہیں؟

● ہم بتا چکے ہیں کہ نذر و نیاز کا طریقہ احادیث سے ثابت ہے تو جو اس سے منع کرے وہ احادیث کا مقابلہ کرتا ہے اور ایسا شخص ضرور گمراہ ہے۔

☆ اولیاء اللہ کے مزارات پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟

● بزرگانِ دین، اولیاء و صالحین کے مزارات پر غلاف ڈالنا جائز ہے جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحبِ مزار کی وقعت عوام کی نظروں میں پیدا ہو عوام اُن کا ادب کریں اور اُن سے برکات حاصل کریں۔

☆ معجزہ کسے کہتے ہیں؟

● وہ عجیب و غریب کام جو عادتاً ناممکن ہیں، اگر کسی نبی سے اس کی تائید میں ظاہر ہوں تو اُن کو معجزہ کہتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا (لاٹھی) کا سانپ ہو جانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا اور ہمارے حضور ﷺ کے معجزات تو بہت ہیں۔ ان میں سے معراج شریف بہت مشہور معجزہ ہے۔

☆ کوئی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کر کے معجزہ دکھا سکتا ہے یا نہیں؟

● معجزہ، نبی کے دعویٰ نبوت میں سچے ہونے کی ایک دلیل ہے۔ اس کے ذریعہ سے معاندوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں۔ معجزات دیکھ کر آدمی کا دل نبی کی سچائی کا یقین کر لیتا ہے اور عقل والے ایمان لے آتے ہیں۔ جو شخص نبی نہ ہو وہ نبوت کا دعویٰ کر کے کوئی معجزہ اپنے دعوے کے مطابق ظاہر نہیں کر سکتا ورنہ سچے جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔

☆ کرامت کسے کہتے ہیں؟

● اولیاء اللہ سے جو بات خلافِ عادت صادر ہو اُسے کرامت کہتے ہیں، کرامت اولیاء حق اور اس کا منکر گمراہ ہے۔

☆ اولیاء اللہ سے کس قسم کی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں؟

● نبی کے اس معجزے کے سوا جس کی ممانعت دوسروں کے لیے ثابت ہو چکی ہے اولیاء اللہ سے تمام کرامتیں ظاہر ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اُن کی آن میں مشرق سے مغرب پہنچ جانا، پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا، دُور دراز کے حالات ان پر ظاہر ہو جانا، مردہ زندہ کرنا، مادرِ زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا وغیرہ

☆ جس ولی سے کرامت ظاہر نہ ہو وہ ولی ہے یا نہیں؟

● اولیاء اللہ سے کرامات اکثر ظاہر ہوتی ہیں لیکن کرامات کا ظاہر نہ ہونا کسی کے ولی یا بزرگ نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ یہ حضرات تو اپنی ولایت اور کرامت کو چھپاتے ہیں۔ ہاں جب حکمِ الہی پاتے ہیں تو کرامت ظاہر کرتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی یہ کرامات ان کی وفات کے بعد بھی ظاہر ہوتی ہیں جسے ہر آنکھ والا دیکھتا اور مانتا ہے۔

خوشخبری

جنوری 2012 سے

فدائے ازا ختم نبوت پاکستان کے ترجمان

العاقب لاهور

کی نئی ممبرشپ کا آغاز ہو گیا ہے

ممبرشپ حاصل کرنے کے لیے زیر سالانہ 425 روپے

مع نام ایڈریس اور موبائل نمبر جمع کروائیں

برائے منی آرڈر جامع مسجد رحمتہ للعالمین

مدینہ کالونی نزد گرینڈ بیٹری سٹاپ متصل شیل پٹرول پمپ

چوک یتیم خانہ ملتان روڈ لاہور

0321-4370406/0314-4250505



ایک سو چھتر ہزار روپے کا کرسمس 30 مارچ 2012ء تک
ان لوگوں کے لئے جو اپنے عزیزوں کے لئے
چھپس کر رہے ہیں

نوٹ انکم کے حوالہ دہانہ کی جالیوں
روزہ نوٹ کی جالیوں پاکستان سے تیار کر رہے ہیں



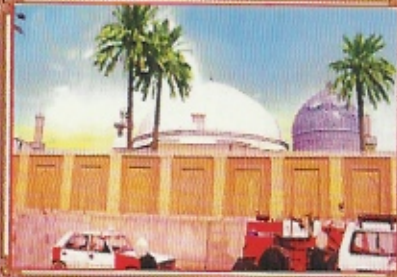
ایک سو چھتر

روزہ انکم کے حوالہ دہانہ کی جالیوں
ایک سو چھتر نوٹ انکم کے
کروڑوں روپے کی جالیوں



تبرہا کی جالیوں
تبرہا کی جالیوں

تبرہا کی جالیوں
تبرہا کی جالیوں



نیلا پھولدار گنبد حضرت غوث اعظم علیہ السلام کے مدفن مبارک کے اوپر بنایا گیا ہے جبکہ سفید گنبد مسجد نبویؐ کا حصہ ہے



محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مسجد و مدرسہ کا خوبصورت منظر۔ حضرت اشباح کا مزار مبارک بھی یہیں ہے



شام کا خوبصورت منظر۔ یہاں غوث اعظم علیہ السلام کا چاری گروہ لنگر غوثیہ سینکڑوں سال بعد بھی صبح و شام ان گنت افراد کو مل رہا ہے



قادری کرو، قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا
قد عبدالقادر قدر قدرت نما کے واسطے

ایک اور خوبصورت منظر۔ حجرہ مبارکہ کے دائیں بائیں مسجد واقع ہے۔ دایاں حصہ بڑا اور بایاں قدرے چھوٹا ہے



1950ء کی ایک یادگار تصویر



جس محلہ میں حجازی مبارک ہے۔ قدیم زمانہ میں یہ پشاور کی فیصل کے قریب واقع تھا اسلئے ”باب الانوار“ کہتے تھے